سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب ومحاسن پر
اُردو زبان میں مستند حوالوں سے مزین ایک معرکۃ الآراء تحریر
تذکرہ غوث الزمان
سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ
مؤلف
صوفی اورنگزیب معصومی
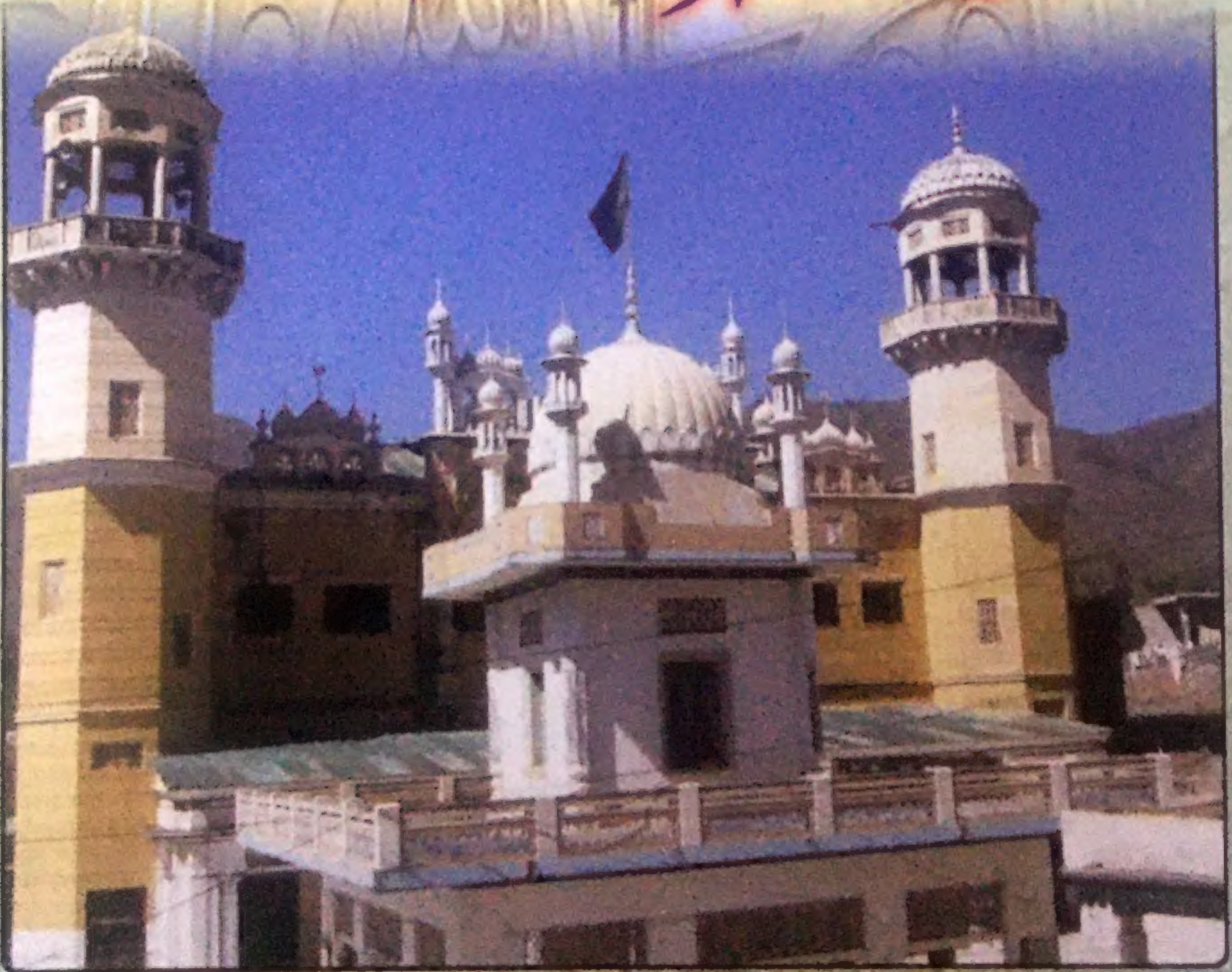
تذکرۂ غوث الزمان

سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ

مولّف

صوفی اورنگزیب معصومی

ناشر

محمد نذیر معصومی

کتاب : تذکرہ غوث الزمان سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : صوفی اورنگزیب معصومی

ناشر : محمد نذیر معصومی

پیج سیٹنگ : عاطف شہزاد چشتی

قیمت : 80 روپے

ملنے کا پتہ:

☆ صوفی محمد جمشید خادم خاص روضہ سیدو بابا جی سیدو شریف

☆ عمر خان بک سٹور ادھیانہ مارکیٹ مینگورہ سوات

☆ عمرا خان خلیفہ صاحب عرف رانجو ملنگ مینگورہ سوات

{انتساب}

میں اپنی اس کاوش کو اپنے پیرو مرشد حضور شیخ طریقت رہبر شریعت عالمی مبلغ اسلام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ موہری شریف کھاریاں ضلع گجرات کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں ۔ جن کی ذات گرامی سے لاکھوں لوگوں نے فیض پایا۔ اور صاحب موصوف حضور غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعریف و محاسن بیان فرماتے اور ہمیں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تاکیداً حکم فرماتے ۔

صوفی اورنگزیب معصومی

سیدو شریف سوات

(عرض مؤلّف)

بحیثیت مولف کتاب ہٰذا کے عرض گذار ہوں کہ میرا آبائی و پیدائشی گاؤں تھانہ ملاکنڈ ایجنسی ہے۔عرصہ تیس سال سے زائد حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر سیدو شریف بسلسلہ ملازمت مقیم ہوں جیسا کہ انتساب میں آپ نے پڑھا کہ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روحانی تعلق ہے۔اسی تعلق کی وجہ سے ہر جمعۃ المبارک کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ محفل ذکر وفکر نعت خوانی میں حاضری نصیب ہوتی ہے۔چونکہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ آتے ہیں۔ خصوصاً موسم بہار میں زائرین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو پہلے تو پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہ خراسان کی دربار میں حاضری دیتے ہیں۔پھر سیدو شریف آکر سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔آپ کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اکثر بڑی بڑی کتابوں میں درج ہے۔

اس مصروف دور میں اکثر لوگ بڑی بڑی کتابوں سے کتراتے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ۔اور وہ کتابیں بھی اکثر پشتو زبان میں ہیں۔جس سے عام پاکستانی استفادہ نہیں کرسکتے۔بعض برادران طریقت اصرار کررہے تھے کہ اردو زبان میں مختصر اور جامع کتاب لکھنی چاہیے تاکہ عام پاکستانی بھی اپنی قومی زبان میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آگاہی حاصل کریں۔چنانچہ ان کی فرمائش پر مختلف کتابوں سے یہ تذکرہ مبارک تحریر کیا۔

کتاب پڑھ کر اپنی مثبت رائے اور مفید مشوروں سے آگاہ فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کے مطابق اضافہ کرسکیں۔

والسلام مع الاکرام

صوفی اورنگزیب معصومی

سیدو شریف یکم رجب ۱۴۳۸ھ

❀❀❀❀❀

تقریظ

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ}

اَمَّا بعد! علم تاریخ نے اپنے دامن میں اچھی اور بری ہر دو صفت کی حامل شخصیات کو سمیٹ کر پناہ دی ہے۔ اِسی طرح ان کی تاریخ کو زمانے کے حوادثات سے محفوظ کر دیا ہے تا کہ آئینہ تاریخ میں ماضی کے عکس ونقش کا مشاہدہ حال واستقبال کو جاندار وشاندار بنانے میں معاون ہو لیکن بعض شخصیات اپنی اپنی تاریخ آپ مرتب کر لیتی ہیں اس لیے کہ یہ عہد ساز وتاریخ ساز ہستیاں ہوتی ہیں۔ یہ شخصیات اپنی پہچان کے لیے مؤرخ کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ ان نادرِ زمن ہستیوں کے خوبصورت تذکرے کو تاریخ اپنے صفحات کی زینت بنانے کیلئے خود محتاج ہے اور مؤ رخ ان کے تذکرے لکھ کر خود کو متعارف کرانے کا محتاج ہوتا ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے آپ بھی اسے محبوب رکھیں، پس جبرئیل علیہ السلام بھی اسے محبوب رکھتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اہل سماء کو نداء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اسی سے محبت رکھو پس اہل سماء بھی اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت اُتار دی جاتی ہے"۔ (بخاری ذکر الملائکہ)

یہی وجہ ہے کہ زمانے گزرنے کے باوجود ان محبوبانِ خداوندی کے درباروں میں مسلمانوں کی والہانہ محبت قابل دید ورشک ہوتی ہے۔ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ان نادرِ زمن ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، دین اسلام کی ترویج واشاعت، ریاضت ومجاہدات میں صرف کی، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے اس قول کے مصداق بن گئے کہ:

''پھر زمین میں اس کی مقبولیت اُتار دی جاتی ہے۔''

پھر اہل علم ونظر پر مخفی نہیں کہ ان مقبول ومحمود بندوں کے ذکرِ خیر کو تا قیامت قائم ودائم رکھنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری وساری ہے کہ وہ مختلف ادوار میں سعادت مند افراد کو اپنے ان محبین کی زندگی کے تمام شعبوں کو ضبطِ تحریر میں لاکر محفوظ بنانے کی توفیق عطا فرماتا ہے، تاکہ ان کی زندگی عوام الناس کیلئے مشعل راہ ہو۔

محسن اہل سنت صوفی اورنگزیب معصومی صاحب بھی انہی سعادت مندوں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کلماتِ خیر کے اجتماع کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا۔ زیرِ نظر کتاب ''تذکرہ غوث الزمان رحمۃ اللہ علیہ'' جو کہ صوفی صاحب نے مرتب فرمائی ہے اپنے موضوع کے اعتبار سے (اگرچہ مختصر لیکن) جامع ہے، پڑھنے میں آسان اور حشو وزوائد سے پاک ہے۔ محبین اولیاء کرام ومحبین سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے انتہائی مفید ومعاون ہے۔ صوفی صاحب نے انگریزوں اور سکھوں سے جنگ کے حوالے سے وہ تاریخی اغلاط جو مؤرخین نے غلط بحث کر کے کی تھی وہ دور فرمائی ہیں اور حقیقت حال کو آشکارہ کیا ہے۔ اس طرح سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ومحاسن انتہائی جامع انداز میں نقل فرمائے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''(۱) دوام صوم، (۲) دوام ذکر، (۳) دوام خلوت، (۴) دوام وضو، (۵) دوام ربط، (۶) دوام نفی خواطر، (۷) دوام اعراض عن الا نام، (۸) دوام قلت طعام، (۹) دوام سکوت، (۱۰) دوام تجدید وضو، (۱۱) دوام نوافل بہ قیام۔'' (صفحہ نمبر ۲۸)

انتہائی اہم بات یہ ہے کہ صوفی صاحب نے فریحان شیدا کے حوالے سے سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مبارک سادات لکھا ہے جبکہ دیگر مؤرخین کے اقوال جو نقل کیے گئے ہیں ان میں مہمند صافی بتایا گیا ہے۔ مجھے اپنے محترم دوست علامہ مفتی عمر زمین صاحب نے بتایا کہ خورشید جہاں نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مہمند قبائل میں صافی قبیلہ سادات سے ہے، اس قول سے تمام تر اقوال میں

تطبیق ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ مہمند صافی قبیلے کے سادات میں سے تھے۔

یہاں یہ بات بتا تا چلوں کہ چونکہ قبلہ دادا محترم حضرت مجذوب بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے آباؤ اجداد اسوٹا بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سے فیض یافتہ تھے۔ ان سے بے پناہ محبت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ "سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ہم پر خصوصی نظر ہے" چونکہ مقام اختصار ہے لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

جناب صوفی اورنگزیب صاحب محسن، انتہائی مخلص وخدائی خدمتگار انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوبصورت آواز سے بھی نوازا ہے خاص کر قصیدہ بردہ شریف ان کی زبان باکمال سے سننے والا ہے۔ اتنے بہترین انداز میں شاید ہی کوئی پڑھ سکے۔ صوفی صاحب سے قبلہ والد محترم پیر طریقت حضرت علامہ معین الدین (جانشین مجذوب بابا رحمۃ اللہ علیہ) کے انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی صاحب نے اپنی کتاب پر تقریظ کے لئے قبلہ والد محترم صاحب کا انتخاب فرمایا البتہ قبلہ والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں (راقم الحروف) کچھ لکھوں ان کی خواہش پر چند سطور لکھنے کا شرف حاصل کیا اور الحمد للہ کہ کتاب ہذا کو بالاستیعاب پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ محسن اہل سنت کی سعی کو قبول ومنظور فرمائے، کتاب کو مقبول عام بنائے اور ہم سب کو اولیاء کرام سے محبت رکھنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین

احقر العباد

مفتی کفایت اللہ مہتمم دار العلوم نصرۃ العلوم متصل

جامع مسجد بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبل ضلع سوات

تاریخ: 2017/10/15

حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ

ولادت مبارک: ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۴ء

وصال مبارک: ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۷ء

حضرت مولانا اخوند حافظ شیخ المشائخ بابا جی صاحب سوات کا اپنا اصلی نام عبدالغفور ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام عبدالواحد خان المعروف راوت خان ہے۔ نسب کے لحاظ سے قوم قندھاری کے صافی قبیلہ سے تعلق ہے۔ ضلع سوات کی وادی بر سوات میں علاقہ شامی زئی کے گاؤں چپڑئی میں ۱۲۱۳ھ بمطابق ۱۷۹۴ء آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ بختاور فرزند مستقبل میں اپنے خاندان ملک وقوم اور دین اسلام کی سربلندی، عزت، نیک نامی اور نیک بختی کا باعث بنے۔ بہت زیادہ عزت شہرت کے مقام پر فائز ہوئے۔ عزت اور احترام کے بہت زیادہ القابات جیسا کہ (۱) حضرت شیخ حافظ اخوند عبدالغفور، (۲) غوث الزمان سیدو، (۳) بابا جی صاحب سوات، (۴) صاحب سوات، (۵) اخون صاحب سوات، (۶) سیدو شریف کا غوث (۷) اخوند بیکی، (۸) امام المجاہدین، (۹) شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ یاد رہے کہ اخون لفظ اخوند کا مرخم ہے۔ یعنی لفظ اخوند زبان پر ثقیل تھا۔ اسلئے اس کا آخری حرف گرا دیا گیا تو اخوند سے اخون بن گیا۔ یہ تورانی لفظ ہے اور بہت بڑے تبحر عالم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ آپ بھی بہت بڑے عالم اجل اور شیخ الاسلام تھے اسلئے عام زبان میں اسی لفظ سے پکارے گئے۔ (تذکرہ علما و مشائخ سرحد، ص: ۱۴۹، از سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کے سلسلہ نسب کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا گیا اس کی تفصیل درجہ ذیل ہے۔

(۱) آپ کا سلسلہ نسب صافی افغانوں سے ملتا ہے۔ آپ قوم صافی کی چھٹی شاخ قندھاری کے چشم و چراغ ہیں۔ بعض تاریخ افاغنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صافی قوم نسبتاً باقی اقوام افاغنہ سے دیانتداری پرہیزگاری میں پہلے سے ممتاز اور مشہور رہے۔ (حکمران ریاست سوات کی سوانح حیات از سید عبدالغفور قاسمی، صفحہ نمبر ۲۸، شائع کردہ ۱۹۳۷ء)

(۲) قبائلی علاقہ مہمند میں ایک قبیلہ ہے۔ جو کہ صافی نام سے جانا جاتا ہے۔ گربز، سعود، قندھاری مشہور شاخیں ہیں۔ اس صافی قوم کے مختلف قبائلی لوگ افغانستان اور مغربی پاکستان میں مہمند ایجنسی اور پشاور مردان کے ضلعوں میں لاکھوں کی تعداد میں آباد ہیں۔ اس صافی قوم کے قندھاری قبیلے کے وہ گھرانے جو کہ مہمند ایجنسی کے علاقوں سور کمر اور کندہ غار میں آباد ہیں اور اس خاندان کے جو گھرانے ۱۰۰۰ھ کے قریب مہمندوں کے علاقوں سے برسوات شامی زئی نامی علاقے سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔ عبدالواحد خان بھی اسی صافی قندھاری قبیلے کے ایک خوش قسمت انسان تھے جو کہ شامی زئی نامی علاقے چپڑئی میں رہائش پذیر تھے۔ (پشتو سے اُردو ترجمہ، روحانی رابطہ از قاضی عبدالحلیم اثر افغانی، صفحہ نمبر: ۹۵۶)

(۳) بابا صاحب اور ان کا خاندان پختون قوم کے صافی مہمند قبائل سے ہیں صافی پختون کرلانی قبیلے کی ایک شاخ ہے جو کہ قندھار کے آس پاس آباد ہیں۔ سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباواجداد بھی اسی علاقہ سے سوات آئے تھے۔ سوات میں علاقہ شامیزئی میں ایک گاؤں جبڑی نام کا ہے۔ اسی گاؤں میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن ۱۷۹۴ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالواحد تھا۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام عبدالغفور ہے جو بعد میں سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ سوات

صاحب اور [illegible] صاحب سے اقربات [illegible] مشہور ہے۔ [illegible]
زبان، صفحہ نمبر: ۷۶۔۷۷، پشتو ایڈیشن)

(۳) آپ کا نام نامی عبدالغفور صاحب لقب شیخ الاسلام اور اخوان صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ مہمندوں کے قبیلہ صافی سے تعلق رکھتے تھے۔ (تذکرہ مشائخ سرحد از علامہ سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ نمبر: ۱۴۹)

(۴) والی سوات کے معتمد خاص مشہور شاعر ادیب جناب فضل الرحمن فیضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پشتو منظوم [illegible] بنام سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

داسے وائی قندهار کښې دے یو شاخ بل!
په صافی قبیلے خپل لری شهرت هم!

ترجمہ:۔ کہتے ہیں کہ قندھاری قوم میں ایک شاخ ہے جو کہ صافی قبیلہ کے نام سے اپنی شہرت رکھتے ہیں۔

فقیر محمد عباس قادریہ سپرنٹنڈنٹ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی لکھتے ہیں:

"حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام عبدالغفور ہے۔ والد کا نام عبدالواحد خان ہے۔ قوم کے لحاظ سے صافی مہمند ہیں۔ (ماہنامہ پشتو، سیدو بابا نمبر، پشاور یونیورسٹی، فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۱۳۱)

محترم فریحان شیدا صاحب لکھتے ہیں:

"سوات کے شامی زئی نامی درہ میں جبڑی گاؤں میں عبدالواحد خان کے گھر ۱۷۹۴ء کو سیدو بابا جی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی جو کر لانڈی قبیلے کے سادات کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ (ماہنامہ پشتو، سیدو بابا نمبر، پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۱۲۶)

پامیل شہ و غلام اوند خور لکھتے ہیں:

”جب اکبر کے زمانہ میں ۹۹۳ھ اور ۱۰۰۰ھ کے درمیان زین خان کوکا اور مان سنگھ نے پشاور، مومند، سوات اور باجوڑ کے علاقوں پر قبضہ کرلیا تو پختونوں کے مختلف قبیلے امن کی بحالی کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجے گئے۔ ان قبیلوں میں قندہاری نامی قبیلہ بھی تھا جو کہ صافی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ قبیلہ مومند ایجنسی کے زیارت نامی گاؤں کے ساتھ سورکمر میں رہائش پذیر تھا۔ یہ لوگ ۱۱۰۰ھ کے نزدیک اس جگہ سے اٹھائے گئے اور بر سوات کے علاقہ شامی زئی نامی علاقہ میں جبڑی نامی گاؤں میں رہائش پذیر ہوئے۔ ان لوگوں میں ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا جو کہ عبدالواحد خان المعروف راوت خان تھا۔ عبدالواحد خان کے گھر ۱۲۰۷ھ کو ایک فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی جس کا نام عبدالغفور رکھا گیا۔ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم سوات اور پھر علاقہ سمہ میں نامور بزرگوں اور عالموں سے حاصل کی۔ (ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر ۹۱)

حکیم مولوی عمر الخطاب الماہر سواتی لکھتے ہیں:

”ضلع سوات کے صدر مقام پر ایک مزار کے مینار دور دور تک دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ہے۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام حافظ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا بر سوات میں جبڑی نامی گاؤں میں ۱۷۹۴ء/۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ نسب کے لحاظ سے صافی قوم کی قندہاری شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (ماہنامہ پشتو سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر: ۸۶)

سراج محمد نشتر لکھتے ہیں:

"حضرت اخوند صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کا سلسلہ قبیلہ صافی سے تھا ہے۔" (ماہنامہ پختون سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر: ۱۲۲)

ڈاکٹر [illegible] صاحب لکھتے ہیں:

"سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ یعنی سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالغفور تھا اور سوات کے علاقہ شامیزئی کے ایک گاؤں جبڑی میں ۱۷۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام عبدالواحد خان تھا جو صافی مومند تھے اور صافی کرلانی قبیلے کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ پختونوں کا ایک معزز قبیلہ ہے۔ (ماہنامہ پختون سیدو بابا نمبر پشاور یونیورسٹی فروری مارچ ۱۹۸۲ء، صفحہ نمبر: ۵۷)

ان کتابوں کے حوالہ جات خاص کر حکمران ریاست سوات کے سوانح حیات از سید عبدالغفور قاسمی اور تاریخ ریاست سوات از محمد آصف خان مرحوم جو کہ ریاست کے بادشاہ صاحب اور والی صاحب مرحومین کی سرپرستی میں لکھے گئے تھے۔ کسی دوسرے قبیلہ نسب کی طرف نسبت باطل ہے۔ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد، خلفاء، مریدین، معتقدین اور متوسلین کے علم میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے۔ اور اگر فریدنان شیدا صاحب کی تحقیق صحیح ہو تو پھر سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سادات کرام سے ملتا ہے مگر گمنامی کی وجہ سے صافی مہمند مشہور ہوئے۔

حضرت مولانا شیخ المشائخ اخوند حافظ عبدالغفور قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم سوات میں اور پھر میدانی علاقہ کے اُس زمانہ کے مشہور بزرگان دین اور علماء سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں ملاکنڈ ایجنسی موضع باڑوان بڑنگول تشریف لائے تھے اور یہاں پ

قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں میدانی علاقہ کے گوجر گڑھی نامی گاؤں میں حضرت مولانا سید میاں عبدالحلیم بخاری نقشبندی مجددی کی مسجد میں ان کے فرزند میاں عبدالرحیم بخاری کے ساتھ درس حاصل کیا۔ اس کے بعد موضع پڑانگ چارسدہ میں حضرت مولانا اخوندزادہ محمد نقشبندی سے علم فقہ اور اصول فقہ کی ابتدائی کتابوں سے اصول شاشی تک پڑھیں۔ یہاں پر ارباب عبدالکریم خلیل آپ کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد موضع تنگی علاقہ ہشتنگر میں میاں محمد حسم اخوندزادہ کے درس میں کچھ دن گزارے۔ بعدازاں موضع چمنی میں حضرت میاں محمد عمر صاحب آف چمکنی کے فرزند اصغر حضرت عبیداللہ میاں گل سے فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد زیارت کاکا صاحب میں حضرت میاں محمد نعیم کاکاخیل سے فیض حاصل کیا۔ اس دوران حضرت مولانا اخوندزادہ محمد مسعود آف اکوڑہ آپ کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد پشاور شہر میں حضرت جیوشاہ فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی مجددی کے درس میں شامل ہوئے۔ کچھ مدت اس خانقاہ میں گزاری اور فیض حاصل کیا۔ اس مدت میں ہوروکے حضرت مولانا حافظ سید محمد سعید گیلانی بھی حضرت جیو صاحب کے خانقاہ میں رہائش پذیر تھے، بڑے مرید تھے۔ باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے علماء سے درس حاصل کیا تھا جو علوم ظاہری کیساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے باکمال بزرگ تھے۔ اس اعتبار سے آپ کی ابتدائی تربیت نقشبندیہ خاندان کے بزرگان دین اور علماء نے کی تھی۔ اور بعد میں روحانیت اور معرفت کے باطنی علوموں میں درجہ کمال سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ سے حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں دو روایات ایسی ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ایک روایت کتاب تحفۃ المرشد کی ہے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ المشائخ مولانا فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی اگرچہ چاروں سلاسل

طریقت میں صاحب ارشاد تھے لیکن اپنے مریدوں کو سلسلہ نقشبندیہ میں توجہ فرماتے تھے۔ ذکر خفی کی تلقین کرتے اور ذکر بالجہر نہیں فرماتے۔"

دوسری روایت عبدالحلیم اثر افغانی کے استاد حضرت مولانا اسماعیل گیلانی ابن سید حافظ حفیظ اللہ ابن سید معظم شاہ ساکن طورو ہے۔ جسے اپنی کتاب "تذکرہ غفوریہ" میں اپنے دادا کے بھائی حضرت حافظ سید محمد سعید کی روایت سے بیان کی ہے فرماتے ہیں:

"جس وقت حضرت اخوند حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ حضرت جیو شاہ فضل احمد معصومی کی خانقاہ میں بمقام پشاور مقیم تھے۔ تو یہ زمانہ ان کی جوانی کا تھا لیکن مجذوب تھے۔ ہمیشہ حالت جذب و استغراق کی حالت میں ہوتے۔ کھانے پینے کی طرف بہت کم توجہ کرتے۔ حضرت جیو علیہ الرحمۃ جس وقت مسلک نقشبندیہ کے مطابق دوران ذکر خفی اپنے مریدوں کو توجہ فرماتے تو اس دوران غیر اختیاری طور پر آپ کے منہ سے ذکر بالجہر کی آواز نکلتی۔ اس پر حضرت جیو صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو ہدایت کی کہ قادری خاندان کی کسی خانقاہ جائیں اور اُدھر سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسلک کے مطابق فیوضات حاصل کریں۔"

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اخوند حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ حقیقت میں مادرزاد ولی تھے اور طریقہ سلسلہ قادریہ کے بزرگان دین نے آپ کی تربیت فرمائی۔ جذب اور استغراق بھی آپ کو اسی طریقہ سے حاصل تھا اور نقشبندیہ خاندان کے بزرگوں اور علماء کی تربیت کی وجہ سے آپ میں درد و سوز پیدا ہوا۔

حضرت مولانا شیخ حافظ اخوند عبدالغفور پشاور شہر سے تورڈھیری تشریف لائے اور اُدھر حضرت مولانا اخوند حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

اسباق حاصل کئے ذکر کے سلسلے میں بھی اور فقر کے سلسلہ میں بھی۔ تاریخی اعتبار سے یہ سن ۱۲۳۱ھ کے واقعات ہیں اس کے اگلے سال حضرت جیو شاہ فضل احمد معصومی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے پردہ فرما گئے اور اس کے چھ سال بعد حضرت اخوند حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ بالفرض حضرت جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۱ھ میں اپنے اس نامور شاگرد اور مرید حافظ اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو پشاور سے رخصت نہ کرتے اور چند سال بعد حضرت حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرماتے۔ تو سلسلہ عالیہ قادریہ کے وہ فیوضات جو خانقاہ عالیہ تورڈھیری شریف سے آپ کو حاصل ہونیوالے تھے اور قدرت نے اس میں آپ کا حصہ مقرر کیا تھا۔ وہ حضرت حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تک کیسے پہنچتے۔ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے ہر کام میں کوئی راز ہوتا ہے، یہ اس کی بہترین مثال ہے۔

یہ حضرت جیو شاہ فضل احمد معصومی فاروقی نقشبندی کی ولایت اور حافظ اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شفقت کی نشانی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ تورڈھیری تشریف لائے اور حضرت مولانا حافظ اخوند محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ (۱) سے فیض حاصل کیا اور اسی پیر کامل اور سلسلہ قادریہ کے ممتاز روحانی رہنما کی صحبت تربیت اور توجہ کی برکت سے حضرت حافظ اخوند عبدالغفور کو ولایت کے تمام درجات اور مرتبہ غوثیت حاصل ہوئی اور غوث الزمان سیدو شریف کے باعزت لقب سے یاد ہونے لگے سلسلہ عالیہ قادریہ کو ایک نیا دوران نصیب ہوا۔ اس حد تک کہ یہ مبارک سلسلہ آپ کے خصوصی مرتبے اور روحانی عظمت کی وجہ سے ''سلسلہ قادریہ غفوریہ'' کیساتھ متعارف ہوا اور اس مبارک سلسلے کا جھنڈا امیدانی علاقہ

---

(۱) حضرت حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ قوم کے لحاظ سے درانی تھے۔ آپ کے والد کا نام مولانا رفیع القدر المعروف حافظ گل بابا ڈاڑھی شاہ بابا تھا۔ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ پانی پت کے جہاد میں شریک تھے اور حضرت میاں محمد عمر آف چمکنی کے مرید تھے۔ (روحانی رابطہ و مرآۃ الاولیاء، صفحہ نمبر: ۲۶-۲۷)

(سمہ) سوات برصغیر پاک و ہند افغانستان سے عراق اور عربستان تک بلند ہوا اور آج تک آپ کے خلفاء کے ذریعے اس مبارک سلسلے کے انوارات سے یہ ممالک منور ہیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کے خصوصی اسباق جو کہ خصوصیت کے ساتھ فکر لیسا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ریاضتیں مجاہدے چلے کاٹنے کے متقاضی ہیں۔ جس کے بعد ان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سلسلے کی تکمیل کیلئے اپنے پیر و مرشد حضرت اخوند محمد شعیب کے ارشاد کے مطابق بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضع تورڈھیری کے نزدیک دریا کے کنارے بیں نامی گاؤں میں مخلوق خدا سے الگ رہنے کیلئے خلوت خانہ بنالیا۔ بارہ سال تک اس میں عبادت ریاضت اور مجاہدے کئے۔ چلے کاٹے اور درجہ کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد زیارت غلاما میں اقامت فرمائی۔

یہاں آپ نے ذکر و فکر تعلیم و تربیت زہد و تقویٰ سے دلوں کی آبیاری کی اور گم گشتگان راہ خدا کو چراغِ ہدایت سے منور فرماتے رہے۔ یہاں سے سلیم خان ہوتے ہوئے قاسمی تشریف لائے۔ مسجد شاہنٹ خیل میں ایک حجرہ آپ کے قیام کے لئے تعمیر ہوا جو آج بھی موجود ہے۔ ایک رات مجلس لہو ولعب کا شور سن کر قاسمی چھوڑ کر ندی کے کنارے تشریف لے گئے۔ عقیدت مند وہاں بھی جمع ہو گئے آپ کے زمانہ قیام کی یادگار ایک ہد چشمہ اب بھی وہاں جاری ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت مجاہدوں اور پھر مخلوقِ خدا کی ہدایت کے آخری سال انتہا کی شورش اور انقلاب کا زمانہ تھا۔ ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی اقتدار کے حصول کے لئے سرگرم عمل تھی۔ دوسری طرف سکھ تھے جو ۱۲۳۴ھ بمطابق ۱۸۲۱۔ ۱۸۲۰ء میں صوبہ سرحد داخل ہوئے تھے۔ دوسری طرف سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلوی تھے، جو بظاہر

مجاہدین تھے اور سکھوں کے خلاف لڑنے آئے تھے۔ علاوہ ازیں پشاور اور آس پاس کے سردار اور خوانین تھے جو اپنے ذاتی اقتدار بچانے کی فکر میں تھے۔ اور اسطرح ہر ایک فریق دوسرے کو نیچا دکھانے کی تدابیر میں مشغول تھا۔ اس پیچیدہ صورتحال میں جب ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۵ء میں تہکال کے میدان میں پشاور اور جمرود کے درمیان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان پہلی مشہور تاریخی غزا ہوئی تو حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوات اس تاریخی غزا میں شامل تھے۔ اس غزا میں سمہ، سوات اور دیگر قبائلی علاقوں باجوڑ، مہمند، خیبر، کرم، وزیرستان، افغانستان کے تمام مسلمان سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ یہ جہاد دین اسلام پر ننگ وغیرت دکھانے کی غزا تھی۔ غیر مسلم افواج لوگوں پر ظلم کرنے کے علاوہ مسجدوں کی بے حرمتی بھی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ سکھ لشکر نے جب پشاور پر قبضہ کیا تو مشہور تاریخی مسجد مہابت خان میں گھوڑے گدھے اور خچر باندھتے تھے۔ اس جہاد کے بعد باباجی صاحب سوات باجوڑ تشریف لے گئے کچھ مدت کے بعد ملاکنڈ ایجنسی کے سم رانیزئی علاقہ کے مشہور گاؤں قالدرہ تشریف لائے۔ کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد وادی سوات تشریف لائے۔ سب سے پہلے ملوچ پھر رنگیلا اور پھر اوڈیگرام نامی گاؤں میں یکے بعد دیگرے رہائش اختیار کی۔ پھر مرغزار تشریف لائے۔ مرغزار گاؤں کے باہر مشرقی سمت ایک پہاڑی غار میں عبادت وریاضت میں کافی مدت گزاری۔ یہ غار اسی طرح بنا ہوا ہے کہ بڑے بڑے پتھر اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں کہ ایک کمرے کی شکل بنی ہوئی ہے۔ اندر ہی صاف وشفاف پانی کی چھوٹی سی نالی بہتی ہے۔ جس سے غسل اور وضو کیا جا سکتا ہے۔ یہ چلہ گاہ اب تک موجود ہے۔ راقم نے بھی وہاں ایک رات گزاری، بہت ہی بارعب ہیبت والی جگہ ہے۔ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے جو جنات مرید تھے وہ

اب بھی یہاں زندہ اور موجود ہیں۔ یہاں سے آپ موضع چپا باندئی تشریف لائے جو مرغزار کے قریب ہے۔ چپا باندئی میں کچھ مدت گزارنے کے بعد اسی گاؤں کے ایک معزز خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے سسرال کا خاندان اب بھی چپل باندئی میں موجود ہے۔ کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۵ء میں سیدو تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کے بعد سیدو اب سیدو شریف کہلانے لگا۔ یہاں آپ نے بڑے چشمے کی مشرقی سمت اپنے لئے ایک خلوت خانہ تعمیر کیا۔ اس چشمہ کی جنوبی سمت چند گھر موجود تھے اس کا نام سیدو تھا۔ اس گاؤں کے مغرب کی طرف ایک پرانے زمانے کے شہید کا ایک مزار ہے۔ حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اپنی باقی تمام عمر یہیں گزارنے کے ارادے سے مقیم ہو گئے۔ اپنے خلوت خانے اور چشمہ کے درمیان چھوٹی مسجد بنائی۔ یہ مسجد ضرورت کے مطابق وسیع ہوتی گئی۔ اور اس کے ساتھ درس و تدریس کے واسطے طلباء کے لیے اور عبادت و ریاضت کے لئے کمرے تعمیر ہوئے۔ یہ مسجد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے نواسے میاں گل عبدالودود بادشاہ صاحب سوات نے ۱۹۴۳ء میں نئے طرز سے بنائی۔ جس کے لئے سنگ مرمر اور معمار ہندوستان سے منگوائے گئے تھے۔ اُس زمانے میں اتنے سنگ مرمر پاکستان کی کسی بھی مسجد میں استعمال نہیں ہوئے تھے۔ آج کل مسجد دیکھ کر گمان گزرتا ہے کہ یہ کل پرسوں کی تعمیر ہے۔

اس طرح یہ مقام علم و عرفان ظاہری و باطنی علوم کا مرکز بنا اور اس کے بعد آپ کی مبارک زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو کہ شمال مغربی پاکستان کی تصوف کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے جو کہ روحانی اور عرفانی تصوفی مسلک کیساتھ ایک منظم جدو جہد کی شکل میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد کرنے کا مسلک ہے اور یہ وہ خصوصی امتیاز ہے کہ

اپنے زمانے کے دیگر ہم عصر روحانی پیشواؤں میں سوات بابا جی صاحب اول مقام پر ہیں۔

۱۸۴۹ء میں انگریز مکمل طور پر سابق صوبہ سرحد پر قابض ہو گئے اور سکھوں کو شکست دی اور پشاور میں اپنا دارالحکومت قائم کیا تو حضرت باباجی صاحب سوات نے ملاکنڈ سوات بونیر کے علاقوں کو بچانے اور انگریز کے قبضہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے تمام وسائل اکٹھے کرنے شروع کئے۔ انگریزوں کے ساتھ اس تاریخی مقابلہ اور ملاکنڈ ڈویژن کو ان کے قبضے سے محفوظ رکھنے کی بحث سے پہلے ایک بہت ہی اہم بحث کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی متحدہ سلطنت خلافت عثمانیہ کے خلاف جب انگریزوں کی سازش کامیاب ہوئی۔ مختلف علاقوں میں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوتیں شروع ہوئیں۔ علاقہ حجاز مقدس میں ایک انگریز جاسوس ''ہمفرے'' (۱) کی سازشوں سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعے وہابی تحریک کامیاب ہوئی۔ حجاز کا نام بدل کر سعودی عرب رکھ دیا گیا۔ حکومت سعودی خاندان اور اُمور مذہبیہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے خاندان کے حصے میں آئے۔ علماء عوام خواص اہلسنت والجماعت کا بے دریغ قتل عام ہوا۔ مزارات انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی بے حرمتی شروع ہوئی۔ ان کو زمین بوس کر دیا گیا۔ اپنی حکومت مضبوط کرنے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک میں وہابی تحریک پھیلانے کے لئے تگ و دو شروع ہوئی۔ حج کے ایام میں مختلف ممالک کے سرکردہ اور اپنے علاقوں کے بااثر افراد کیساتھ خصوصی ملاقاتیں ہوتیں انہیں وہابیت کے لئے تیار کرنے اور وسائل فراہم کرنے کے معاہدے ہوتے چنانچہ ہندوستان سے سید احمد بریلوی حج بیت اللہ شریف کے لئے شوال ۱۲۳۶ھ بمطابق ۳۱ جولائی ۱۸۲۱ء روانہ ہوئے

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے ''ہمفرے کے اعترافات'' Humpray memories

یہ بحری سفر تھا۔ جس کی مکمل روداد "حیات طیبہ" نامی کتاب تصنیف مرزا حیرت دہلوی میں ملاحظہ کریں۔ وہاں ان کا سعودی حکومت نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ انہیں شاہی مہمانوں کی طرح رکھا۔ ان کی مکمل ذہنی دباغت کی اور دو سال گزارنے کے بعد ماہ صفر ۱۲۳۹ھ کلکتہ واپس ہوئے۔ وہاں سے رائے بریلی آئے۔ اس طرح دو سال دس مہینے کے بعد ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء اپنے وطن واپس پہنچ گئے۔

اس عرصے تک انگریز سارے ہندوستان پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن صوبہ سرحد پر سکھوں کا قبضہ تھا۔ سکھوں سے زیادہ پختون قبائل زیادہ سخت جان اور بہادر تھے۔ لیکن ان میں بے اتفاقی بہت تھی۔ جس کی وجہ سے سکھوں کا یہاں قبضہ ہو گیا تھا۔ انگریزوں کو مسلمانوں میں ہی ایسے بااثر افراد کی ضرورت تھی۔ جو مذہبی لباس میں سکھوں سے بھی لڑیں اور پختون قبائل سے بھی تاکہ دونوں فریق آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں۔ اور جب دونوں فریق کے سرکردہ افراد ختم ہو جائیں تو انہیں زیر کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ دوسری طرف سید احمد بریلوی ان کے مرید سید اسماعیل دہلوی کو بھی انگریزوں کی ایسی اعانت مطلوب تھی۔ جس طرح ابن عبدالوہاب نجدی کو مہیا کی گئی تھی۔ تاکہ صوبہ سرحد سے وہابیت کی تحریک شروع کی جائیں۔ چنانچہ دونوں فریقوں میں خفیہ معاہدے ہوئے۔ انہیں جنگی اسلحہ مالی معاونت یہاں تک کہ بڑے بڑے توپ تک مہیا کئے گئے۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" کا اردو میں ترجمہ بنام "تقویۃ الایمان" کر کے اسے شائع کیا۔ تاکہ صوبہ سرحد میں جو علاقے قبضے میں آئیں تو وہاں پر اس کتاب کو خوب پھیلایا جاوے اور اس کے مطابق لوگوں کے عقائد تبدیل کر دیں۔ یہ کتاب سبحانہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی آڑ میں دل کھول کر محبوبانِ خدا کی توہین بے ادبی، گستاخی کو

ایک چند ہے۔ چونکہ یہاں پر مقصد تفصیل بیان کرنا نہیں صرف اشارے کیے جاتے ہیں
تاکہ معلوم ہو تاریخی حقائق معدوم ہو جائیں اور بڑے عرصے سے تعصب کے ساتھ نام نہاد جہاد
ہے۔ یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس جہاد کے بارے میں ہمارے سیدو
بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء شاگردوں اور معتقدین نے کوئی قابل قدر تصنیف نہیں کی تاکہ تصویر
کے دونوں رخ واضح ہو جاتے۔ اس کے متعلق سارا انحصار سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل
دہلوی کے مکتبہ فکر کے افراد کی کتابوں پر ہے اور نئی نسل پوری حقیقت اور اصل تاریخی حقائق
سے بے خبر ہیں۔

الغرض وسطی ہندوستان سے وہابی تحریک بنام سکھوں سے جہاد شروع ہوئی جگہ
جگہ جہاد کے موضوع پر تقاریر میں لوگوں کو تیار کیا جاتا۔ آخر میں دہلی کی جامع مسجد میں جہاد
کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ سید احمد بریلوی نے یہ تیاریاں کرنے کے بعد ایک جمعیت تیار
کی۔ ہزاروں لوگوں کیساتھ ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء جہاد کے
ارادے سے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے ٹونک آئے اپنے اہل خانہ کو امیر خان سالار زئی
کیساتھ چھوڑ دیا۔ اور شکارپور کوئٹہ اور قندھار، غزنی، کابل، اور خیبر کے راستے نومبر ۱۸۲۶ء کو
پشاور جا پہنچے۔ یہاں مختصر قیام کے بعد چارسدہ چلے گئے سکھوں نے بھی ان کے خلاف
تیاریاں شروع کیں۔ اور ۲۰، ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو پہلی لڑائی نوشہرہ کے مقام پر ہوئی۔ اس
معرکہ میں سید احمد بریلوی کے ساتھیوں کو وقتی فتح حاصل ہوگئی۔ اگلے سال ۱۸۲۷ء میں
شیدو کے مقام پر سکھوں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا جس میں سکھوں کے نقصانات حد وحساب
سے باہر ہیں۔ جبکہ مسلمانوں میں سے ۶ ہزار افراد قتل ہوئے اور مسلمانوں کو شکست بھی
ہوئی۔ اس کے بعد سید صاحب صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں اپنا جنگی محاذ منتقل کرتے

رہے۔ جہاں پر بھی کامیابی ملتی وہاں اپنے وہابی مذہب کے مطابق احکامات نافذ کرتے رہتے۔ چونکہ تمام پختون قبائل پکے اہلسنت والجماعت لوگ تھے۔ وہابیت کے نفاذ، عشر کی جبری وصولی زبردستی بیوہ عورتوں کے اپنے مجاہدین سے نکاح وغیرہ ایسے امور تھے کہ جن کی وجہ سے پختون قبائل سید صاحب کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نتیجتاً بڑے بڑے وہ سردار جو کہ سید صاحب کے صوبہ سرحد آتے ہوئے دست راست تھے وہ دشمن بن گئے۔ آخر میں سید صاحب نے کثیر تعداد میں سکھوں اور پختون قبائل کو قتل کرنے کے بعد بالاکوٹ کا رخ کیا۔ جہاں پر ٦ مئی ١٨٣١ء کو دونوں حضرات یعنی سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی سکھوں سے لڑتے ہوئے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

یہ مختصر روداد اس غرض اور مقصد سے ذکر کی گئی کہ مخالفین نے اپنی تصانیف میں حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی سید احمد بریلوی کے ساتھ اس تحریک میں شرکت اور امداد کے بارے میں جو تحریر کیا ہے وہ سو فیصد غلط ہے۔ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک دائم الکشف ولی اللہ تھے۔ آپ پر یہ بات کب مخفی تھی کہ یہ لوگ انگریزوں کو چھوڑ کر پختونخواہ کیوں آئے ہیں۔ ایسے میں ان کی اعانت اپنے مسلک سے غداری اور انگریزوں سے وفاداری کے مترادف تھی۔ چنانچہ آپ کے پوتے جناب میاں گل عبدالودود کے حکم پر جو تاریخ ''ریاست سوات'' قاضی میاں صاحب نے لکھی ہے۔ اور بعد میں محمد آصف خان صاحب نے لکھی ہے۔ ان میں کہیں بھی سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا سید صاحب کے ساتھ سکھوں کے خلاف شرکت یا امداد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ جب سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ارادے کا علم ہوا اور شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب دیکھی تو اپنے دو مریدوں کو حکم دیا کہ اس کتاب کا رد لکھیں۔ یہ دو علماء مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور پشاور کے نادر روزگار فاضل

مولانا نصیر احمد معروف بہ میاں صاحب قند خوانی تھے۔ اب مولانا مرید نحی الدین نوشہروی کی تالیف ناپید ہے۔ جبکہ حضرت علامہ میاں نصیر احمد کی کتاب ''احقاق الحق'' جو تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی تھی، وہ موجود ہے۔ جس کا رواں اور سادہ ترجمہ حضرت العلامہ میاں نور بادشاہ قادری مدین سوات نے بنام ''تجلیات غفوریہ'' کیا ہے۔ اور انہوں نے شائع کیا ہے۔

تقویۃ الایمان کے رد میں سب سے بہترین تصنیف حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''اطیب البیان فی ردِ تقویۃ الایمان'' ہے۔ جو ملک کے مختلف مکتبوں سے دستیاب ہے۔ قاضی سید غلام رحمانی قادری لکھتے ہیں:

''سید احمد صاحب کی تحریک نے ایک نیا باب کھولا جو کہ پختون قوم کی بے اتفاقی کا سبب بنا اگرچہ بظاہر سید احمد صاحب کا جذبہ اپنی جگہ اچھا تھا جو کہ دینی جذبہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا آخری سرا دہلی تھا۔ جہاں انگریز مسلط تھے اور یہ لوگ ایک خاص راز کے تحت پختونخواہ کی بیخ کنی کے لئے سرحدی علاقوں تک آئے اور نفاق اور بے اتفاقی کے طریقے جاری کئے اور پختون قوم کو کمزور کیا اور بھائی کو بھائی سے لڑایا۔ جس سے انگریز قوم کو قوت ملی، مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند ہوئے اور کابل تک بے اتفاقی اور بے چینی زور پکڑ گئی۔ اجتماعی طاقت ختم ہوئی اور جب بھی مسلمانوں کی ایک تنظیمی قیادت ایسی سیاسی اور مذہبی غلطی سے دوچار ہوتی ہے تو انجام اس کا تباہی ہوتا ہے۔ اس طرح اس وقت سے سید احمد بریلوی اور ان کے ساتھیوں کو مشکلات درپیش ہوئیں۔ جیسا کہ شیدو کی جنگ کے بعد سید احمد نے اپنا صدر مقام ہنڈ سے پنجتار مقرر کیا۔ اس کے بعد اپنا جنگی مرکز پنجتار سے خاربٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی منتقل کیا۔ اور ۱۲۴۳ھ جمادی

اواخر ۱۸۲۶ء دسمبر کو پنجتار پہنچے۔ یہاں پر ایک سال سے زائد وقت گزارا لیکن آتے ہی وہابیت کی تبلیغ میں کام شروع کئے۔ لوگوں کی بیٹیاں بزور و زبردستی نکاح میں لاتے اور اس طرح اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا درس شروع ہوا۔ اس وجہ سے سیدو غوث نے اپنے ملک سے شرعی فیصلہ اور فتویٰ کی بنیاد پر نکال باہر کیا۔ ان کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میاں صاحب باغنڈی شریف جن کا نام میاں سید محمد عرف میاں صاحب اور گوگی بابا کے نام سے مشہور تھے۔ مزار شریف باغنڈی شریف کے اسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں واقع ہے۔ اصل میں سید ہیں اور حضار بابا رحمۃ اللہ علیہ کی آٹھویں پشت میں پوتے ہیں۔ یہ سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور آپ کی طرف سے قاضی تھے۔ سوات کے تمام فیصلے آپ کرتے۔ آپ کیساتھ موضع بڈوان کے قضاۃ میاں بڑنولہ اور اویزئی کے قضاۃ اوچ اوسنگی کا قاضی صاحب اور مشہور آس پاس کے مشہور علماء و فضلاء آپ کے ساتھ تھے۔ سید احمد بریلوی کی طرف سے عبدالحق قاضی مناظر تھے۔ یہ اسماعیل دہلوی کا بہنوئی تھا، یہ اس کا قاضی القضاۃ اور سید احمد بریلوی کا خلیفہ تھا اور اسماعیل دہلوی بھی ان کا مرید اور خلیفہ تھا۔ لیکن مذہب ان کا وہابیت تھا۔ پختونوں کے عقائد خراب کرنا ان کا مشن تھا۔ (ماخوذ از تذکرہ یوسف زئی، افغانیہ، قاضی سید غلام ربانی قادری باغنڈی شریف، غیر مطبوعہ، صفحہ نمبر: ۵۹۴)

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے مکتب فکر کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں اس واقعے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، کہ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جنگی مہمات میں ان کی مدد کی تھی۔ البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس مناظرہ

میں شکست کے بعد یہاں کے عوام اور سید احمد بریلوی کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ جس میں قاضی عبدالحئی مارا گیا۔ جس کی قبر خارت خیلہ میں ہے۔ البتہ عبدالحلیم اثر افغانی جو کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ صرف اس قدر لکھا ہے کہ:

"سید صاحب نے اس دوران فتح خان خدو خیل کی دعوت پر اپنا مرکز ہنڈ سے اٹھا کر پنجتار مقرر کیا۔ اور گردوپیش کے علاقوں کا دورہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر موضع خار کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ اور جمادی الآخر ۱۲۴۳ھ بمطابق دسمبر ۱۸۲۷ء یہاں آئے تھے اور جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ بمطابق جنوری ۱۸۲۹ء تک بمقام خار مقیم تھے۔ ان کے نامور ساتھی حضرت مولوی عبدالحئی بھی وہاں پر وفات ہوئے تھے۔ قبر بھی خار میں ہے۔" (روحانی ترون صفحہ نمبر:۸۷۹)

دیکھئے کس صفائی سے مناظرہ، لڑائی، زبردستی یہاں سے نکالنے، اور پھر عبدالحئی کی موت کے واقعات گول کر گئے تاکہ لوگوں کو اصلی حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا جو کہ حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا جن تذکرہ نگاروں نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ لکھا محض غلط بیانی ہے۔ ان میں ایک کتاب حافظ غلام فرید صاحب نے لکھی ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہے "تذکرہ قادریہ غفوریہ" اس میں حافظ غلام فرید صاحب لکھتے ہیں:

"گوشہ نشینی کے زمانے میں حضرت سید احمد شہید بریلوی ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بغرض جہاد تشریف لائے تھے۔ غالباً جمادی الاول ۱۲۴۲ھ دسمبر ۱۸۲۶ء میں آپ حضرت شہید کے ساتھ شامل رہے (احوال العارفین ص ۱۰۱)

اس طرح آگے چل کر لکھتے ہیں:

''۱۸ فروری ۱۸۴۶ء بروایت ۱۸۴۹ء میں سکھ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ لیکن جو مغرب کی طرف سے انگریز بپاریوں کی شکل میں عذاب ہندوستان پر آیا اس کی لپیٹ میں صوبہ سرحد بھی آگیا۔ جس کی بڑی وجہ دین سے بے رغبتی اور شریعت محمدی علی صاحبہا سے انحراف تھا۔ اس کی بدولت بے اتفاقی اور نفاق کا عذاب مسلط ہو گیا۔ اہل سرحد نے سکھ اور انگریز کی ذلتوں اور بے عزتیوں کو برداشت کیا لیکن حضرت سید احمد بریلوی اور ان کی جماعت اور حضرت اخوند عبدالغفور قدس سرہ، صاحب تذکرہ اور ان جیسے بزرگوں کا جن کا مقصد صرف دین اور اسلام کی ترقی مقصود تھی۔ ان کا ساتھ نہ دیا بہت تھوڑے اور غریب لوگوں نے ساتھ دیا۔ (احوال العارفین، ص: ۱۰۳)

یہ تحریر بھی غلط بیانی کا ایک واضح ثبوت ہے۔ سید احمد صاحب کا ساتھ نہ دینا تو ان کا وہابیت پر مبنی گستاخانہ عقائد کا نفوذ تھا۔ جس کی پختونخواہ کی غیور اور اہلسنت والجماعت لوگوں نے بھرپور مخالفت کی۔ جہاں تک سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نہ دینے کی بات ہے۔ یہ بھی بدیہی باطل ہے کیونکہ اس تحریک وہابیت کے بعد انگریز کا مقصد پورا ہوا۔ دونوں فریق آپس میں بلکہ مسلمان مسلمانوں کے خلاف لڑلڑ کر کمزور ہو گئے تو انگریز کو صوبہ سرحد پر قبضہ کرنا آسان ہوا۔ اور ۱۸۴۹ء میں انگریز بغیر کسی خاص مزاحمت کے صوبہ سرحد پر مکمل طور پر قابض ہو گئے۔ تو سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین اور سوات بونیر، باجوڑ اور ملاکنڈ ایجنسی کے غیور عوام نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا (جسکی تفصیل آگے آرہی ہے) اور انگریزوں کو ملاکنڈ ڈویژن پر قابض نہیں ہونے دیا۔ اپنے زیر اثر علاقوں میں مکمل شریعت نافذ کی۔ جو ہوتے ہوتے ایک شرعی حکومت میں تبدیل ہوتی گئی۔

جس کا پہلا امیر شریعت سید محمد اکبر شاہ مقرر ہوا۔ اس کے بعد 1915ء میں میاں گل عبدالودود بادشاہ صاحب سوات مقرر ہوئے۔

دوسری طرف صاحب تذکرہ ''احوال العارفین'' نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے لوگوں پر دین سے بے رغبتی اور شریعت محمدی ﷺ سے انحراف کی تہمت بھی لگائی، اور یہ بھی کہ سید صاحب کا ساتھ بہت تھوڑے اور غریب لوگوں نے دیا۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ صوبہ پختونخواہ کے عوام کو یہ بے رغبتی وہابیت اور سید صاحب کی خود ساختہ شریعت سے تھی نہ کہ دین اور شریعت محمدی ﷺ سے تھی۔ جبکہ ابتدا میں جہاد اور سکھوں سے مقابلہ کیلئے صرف شیدو کے مقام پر چھ ۶ ہزار مسلمان قتل ہو چکے تھے۔ باقی کا حساب خود لگائیں اور جن لوگوں نے سید صاحب کا ساتھ دیا ان میں خادی خان آف ہنڈ پنجتار کے فتح خان یار محمد خان بارکزی جیسے بااثر لوگ شامل تھے۔ لیکن بدانتظامی اور اپنی خود ساختہ شریعت کے نفاذ میں سخت گیری کی وجہ سے یہ تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور بہت تھوڑے رہ گئے۔ اب سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کی انگریز دوستی اور سید و بابا قدس سرہ کی انگریز دشمنی کے احوال ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

''یہ بھی صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز شاہ اسماعیل دہلوی وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریز سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔'' (سوانح احمدی، ص: ۱۷۱)

اسی طرح مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا۔ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ

کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا، ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے۔ بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہوا تو مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ ص: ۴۲۳)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی اور لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کرے۔ اس لئے ایک دوربین آدمی نے یہ سوال شاہ اسماعیل کو انگریزی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے کیا۔ شاہ اسماعیل نے سائل کی اصلی غرض کو سمجھتے ہوئے یہ جواب دیا کہ انگریزی حکومت پر کوئی حملہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے جنگ کریں۔ (دیکھئے انگریزی حکومت سے کتنی محبت والفت ہے کہ تمام مسلمانوں پر انگریزی اطاعت وامداد فرض قرار دے رہے ہیں۔)

جناب اکرام شیخ لکھتے ہیں:

''جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنی دور سے سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ وہ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں کہ گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک اور مددگار ہو جائیں گے۔ سید صاحب نے جواب دیا۔ سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتے اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت سے روکتی ہے۔'' (شیخ محمد

اکرام موج کوثر، ص:۲۰)

مولانا جعفر تھانیسری مزید لکھتے ہیں:

"سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریز اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتے تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریز اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔ (سوانح مدنی، ص:۳۵)

مولانا تھانیسری نے حقیقت بالکل آشکارا کر دی کہ انگریز اس وقت سکھوں کا زور کم کرنا چاہتے تھے اس لئے سید صاحب ان کے علاقہ میں سکھوں سے جہاد کے لئے روپیہ اور آدمی آزادانہ طور پر جمع کرتے رہے۔ انگریز نے نہ روکا نہ رکاوٹ ڈالی۔ بلکہ ان مدد اور اعانت بھی کی اور جب یہ مجاہدین سکھوں سے جہاد کے لئے سرحد گئے تو ان کے بیوی بچوں اور املاک کی پوری پوری حفاظت کی۔ اور بعد میں ہندوستان سے جو مالی اور فوجی امانت ہوتی رہی اس میں بھی رخنہ اندازی نہیں کی۔

جمعیت علماء ہند کے صدر اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ (مولوی حسین احمد مدنی نقش حیات، ج:2، ص:۱۲)

کیا دیوبند کے شیخ الحدیث کا بیان جھوٹا ہے۔ کیا انہوں نے کتمان حق کیا ہے یا حقیقت سے بے خبر تھے۔ اب تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ اس وقت انگریز کے

پیش نظر مسلمان اور سکھ دو بڑی طاقتیں تھیں جن سے نبرد آزمائی جان جوکھوں کا کھیل تھا۔ انگریز نے بڑی عیاری سے سید صاحب کے کام میں امداد کی تاکہ مقامی طاقتیں ٹکرا کر یا تو ختم ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں۔ اگر ایک طاقت ختم ہو جاتی تو انگریز یک سوئی سے دوسری کو زیر کرنے کی تدبیر کرتا اور دونوں کمزور ہوتیں تو بھی فائدہ انگریز ہی کا تھا۔ مسلمان سکھوں سے ٹکرانے کے بعد مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس میں اُلجھے اور ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں اپنا قصہ تمام کر لیا۔ یہ مشت نمونہ از خروار چند احوال ذکر کئے ورنہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ اب حضرت شیخ المشائخ غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریز دشمنی اور انگریزوں کے ساتھ تاریخی غزوات کے احوال ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ غلام فرید صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''ابتداء میں آپ بے روزگاری کی وجہ سے انگریز کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ اور اس سلسلہ میں سرحدی علاقہ میں تھے ایک دفعہ آپ کے دوسرے ساتھیوں نے کہا، آیئے سیدو شریف میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان کی زیارت کر آئیں۔ آپ جب حاضر خدمت ہوئے تو دل و جان سے قربان ہو گئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ تو حضرت مولانا حافظ اخون عبدالغفور صاحب قدس سرہ نے فرمایا جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتا ہے۔ میں اس سے یہ عہد لیتا ہوں کہ انگریز ہمارا اور ہمارے دین اسلام اور ملک کا دشمن ہے۔ اس کی ملازمت نہیں کرنی جس کو یہ عہد منظور ہو وہ مجھ سے بیعت ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اور اگر بالفرض بیعت کے بعد ملازم ہو تو میرا اس کا کوئی تعلق نہیں وہ میرا ایسا ہی دشمن ہے جیسا انگریز۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی اور بیعت ہو گئے اور نوکری ترک کر کے واپس وطن چلے آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بے روزگاری اور تنگی

معاش سے تنگ آکر دوبارہ ملازم ہو گئے اور ملازم ہونے کے بعد یاد آیا کہ میں نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عہد کیا تھا کہ انگریز کی ملازمت نہیں کروں گا۔ جوں ہی یہ عہد یاد آیا وہاں سے بھاگے بھاگے سیدو شریف حاضر ہوئے حضرت اخون صاحب قدس سرہ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ جا اب تو ہمارے کام کا نہیں رہا۔ آپ پندرہ روز تک خانقاہ کے باہر روتے رہے۔ پندرہ روز کے بعد آپ کا اخلاص اور سچی توبہ اور طلب حق کو دیکھ کر حضرت اخوند صاحب قدس سرہ نے بلوا کر دوبارہ اسی شرط اور عہد پر بیعت فرمایا۔ اب آپ وہیں کے ہو رہے۔ (احوال العارفین، ص: ۱۱۹۔ ۱۲۰)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ۱۸۴۹ء میں انگریز مکمل طور پر سابق صوبہ سرحد پر قابض ہو گئے۔ سکھوں کو شکست دی اور پشاور شہر کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ تو حضرت غوث الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے سوات، ملاکنڈ، بونیر، باجوڑ کے علاقوں کو بچانے اور انگریزوں کے قبضے سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے تمام وسائل اکٹھے کرنے شروع کیے۔ اس غرض کو کامیاب بنانے کے لئے پہلا قدم اٹھایا اور پختونوں کے خاندانی اختلافات اور دشمنیاں ختم کرنے، ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے ایک مضبوط اور مستحکم لشکر تیار کرنے اور انہیں تربیت دینے کیلئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے وقتاً فوقتاً بہت سے جرگوں کا اہتمام کیا کہ اگر انگریز ان علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرے، تو یہ علاقے ان سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ ایک شرعی اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت پیش کی، لوگوں نے آپ کی پیشکش قبول کی اور حضرت شیخ المشائخ سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں جو گھرانہ ستھانہ (ملکا) میں آباد تھا۔ اسی خاندان کے جناب سید اکبر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی امارت اور بادشاہی میں سرزمین سوات پر حضرت باباجی صاحب کی ہدایات کے مطابق ۱۸۵۰ء میں پہلی اسلامی

حکومت قائم ہوئی۔ حکومت کا یہ پہلا بادشاہ بہت ہی قابل انسان تھا جسے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا تعاون حاصل ہونے کا فخر تھا۔ اس خاندان کی شرافت نجابت اور مجاہدانہ کارناموں کا عام لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا اور یہ امید پیدا ہوگئی کہ یہ پہلی اسلامی حکومت بہت جلد کامیاب اور مستحکم ہو جائے گی لیکن ایک طرف یہ حکومت بہت نازک حالات میں قائم ہوئی تھی۔ تو دوسری طرف بہت جلد اسی سن ۱۸۵۷ء کو جناب اکبر شاہ علیہ الرحمۃ انتقال کر گئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے جناب سید مبارک شاہ علیہ الرحمۃ بادشاہ بن گئے لیکن (ریاست) اجتماعی شکل اختیار نہ کر سکی۔ اور اس طرح ریاستی امور چند دن معطل رہے لیکن بابا جی علیہ الرحمۃ نے ایک منظم حکومت کی قیام کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔

اس دوران انگریزوں کی ریشہ دوانیاں اور فوجی اقدامات اس حد تک بڑھ گئے کہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور کیا کہ انگریزوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جہاد شروع کیا جائے۔ چنانچہ ستمبر ۱۸۶۳ء میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ علاقہ بونیر میں شکار کے بہانے داخل ہوا تو حضرت بابا جی سوات رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر اٹھ کھڑے ہوئے اور انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس جہاد میں قبائلی علاقوں کی تمام اقوام، قبائل، خاندانوں اور قومی نمائندین نے بابا جی صاحب سوات کے جھنڈے تلے سرکاوی اور امبیلہ کے محاذوں پر جہادی کارنامے سر انجام دیئے۔

انگریزی فوج کی کمان سابق وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین کے دادا بریگیڈیر جنرل نیول چیمبرلین کر رہے تھے۔ اور مسلمان لشکر کی رہنمائی سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے۔ جس میں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند جیسے لالپوری کے خان سعادت خان نواب دیر کے خاندان کا دادا حضرت مولانا اخوندزادہ محمد غزن خان نقشبندی، باجوڑ کے مشہور مرد

عبد خیل سمر اخان کے دادا خان فیض طلب خان نقشبندی، حافظ سید احمد خان ملا زئی اور
ملاں اور قومی اور قبائلی سردار بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور عام متعلقین، مریدین عام اقوام
قبائلی لشکروں کی شکل میں دور دراز علاقوں سے آتے ہوئے اس جہاد میں شامل تھے۔

ملکا کے سید مبارک شاہ علیہ الرحمۃ جو کہ سوات کی اسلامی حکومت کے پہلے بادشاہ
سید اکبر شاہ علیہ الرحمۃ کے بیٹے تھے۔ وہ مولوی عبداللہ صاحب کے ساتھ نو سو مجاہدین کے
لشکر کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوئے تھے اور اسلامی لشکر کے ایک بڑے جرنیل شمار
ہوتے تھے۔

انگریز جب یہ مہم شروع کرنے والے تھے تو ان کا خیال تھا کہ بونیر، سوات اور
دامنہ کے تمام علاقے مکمل طور پر فتح کر لیں گے قبائلی لوگوں کی طاقت ختم ہو جائے گی اور
ان کے ساتھ مجاہدین اسلام اور ان کا نیا فوجی مرکز ملکا مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔ اور وہ یہ
بدلہ لینا چاہتے تھے کہ حضرت سید مبارک شاہ اور امیر المجاہدین مولانا عبداللہ نے اس
بڑے مرکزی مقام ملکا سے ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں انگریز کے خلاف بڑی
بہادری سے جہاد کیا تھا۔ جس کی پوری تفصیل تاریخ مخزن پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء میں درج
ہے۔ اس تاریخی اور سیاسی پس منظر کی وجوہات کی بناء پر سرکاوی اور امبیلہ کا جہاد شروع
ہوا تھا اور مسلمانوں کو اس مرحلہ پر بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس زمانہ کے شعراء
کرام کے مطابق یہ کامیابی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات اور کرامتوں کا ایک
قابل قدر کارنامہ ہے۔ میاں ولی محمد ایک پختون شاعر علاقہ چچھ کیمبلپور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ
کے مرید اور ماذون گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل نظم میں اس جہاد کے حالات
تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اس کے علاوہ سید احمد گل مشوانی تحصیکری ضلع ہزارہ سید اکبر شاہ

آف ہزارہ حمید گل موضع ترنگڑئی علاقہ پلمی یا باب ڈوڈیال نے اپنی قومی نظموں میں اس جہاد کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ جس کے آخری دو چار بیتی اشعار یہ ہیں۔

په صاحب باندې رحمت د خدائی ورېږي
په غذا کې ئې مرتبه کړله څرګند

باباجی صاحب په اس باندې سورېږی
شوه نامه د سید اکبر بادشاه بلند

په لندن کې فرنګیان ترینه یرېږی
په سرکاوئی باندې په اوشوله ناپسنده

د باجوړ څلمی په دې واړه شول تمام
نورې لښکرې ورله راغلې له قاشقاره

د لښکرو سره مل دی فقیران
یوسفزئی کله ویرېږي له دې جنګه

په بونیر کښې زورآور دی ټول رندان
حکمتونه څکه هیر شول له فرنګه

د پیر بابا پالکئی اوچته په میدان
د بشونړئی صاحب ئې هم ولاړ ترڅنګه

لاس په نام زه حمید ګل یمه غلام
خلقه خیر مِ دې مونده‌لې له دلباره

ترجمہ: اس جہاد کے دوران باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برس رہی ہے۔ اس جہاد میں ان کے مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے

گھوڑے پر سوار ہو رہے ہیں۔ جناب سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بلند ہوا لندن میں فرنگی بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈر رہے ہیں کیونکہ سرکاوئی کے مقام پر انگریزوں کا بہت برا حال ہوا۔ باجوڑ کے تمام جوان جام شہادت نوش کر گئے۔ تو تاشتقار سے تازہ دم مجاہدین جہاد کے واسطے پہنچ گئے۔

بابا جی صاحب کے لشکر کے ساتھ فقرا شامل تھے۔ اقوام یوسف زئی اس جنگ سے کب ڈرنے والے ہیں۔ بونیر میں بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ جتنے بھی فریق شامل ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ نے قوت عطا کی ہے۔ اس لئے فرنگیوں کی تمام چالیں اور حکمتیں رائیگاں ہو گئیں۔ اس جہاد میں پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ (۱) کی پالکی میدان جنگ میں سب سے اوپر ہے۔ اور بشونڑئی بابا جی (۲) بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب جنگ لڑ رہے ہیں۔ میں حمید گل دست بستہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام ہوں اور اے لوگو میں نے بابا جی کے دربار سے خیر پائی ہے۔

ایک طرف ہندوستان پنجاب سرحد کی انگریزی فوج تھی۔ جن کے ساتھ توپ خانہ بھی تھا، مختلف پلاٹون تھیں۔ جنکا شمار 10 ہزار سے زائد تھا۔ تو دوسری طرف بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ قومی لشکر تھا اور مسلمان غازیوں کے ساتھ اسلحے اور ساز و سامان کا یہ حال تھا جس کا اندازہ احمد گل صاحب کی نظم سے لگایا جا سکتا ہے۔ مسلمان غازیوں کی اس بے سروسامانی کی حالت میں سُرکاوئی اور امبیلہ کے محاذوں پر جنگ ہوئی یہ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو

(۱) مشہور زمانہ چشتی بزرگ غوث الزمان سید علی غواص شہنشاہ خراسان پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۹۱ھ۔

(۲) مشہور زمانہ بزرگ جو کہ حضرت سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تصوف میں چوتھے نمبر پر شیخ طریقت ہیں۔ المتوفی ۱۱۹۸ھ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے شمال کی جانب چار کلومیٹر کے فاصلے پر موضع بشونڑئی میں مزار مبارک ہے۔

شروع ہوئی اور ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء تک جاری رہی۔ جہاد کے دوران باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے جرگہ اور مشورہ کا مقام امبیلہ تھا۔ جہاں پر اپنے معتمد مریدین اور قبائلی سرداروں کیساتھ جہاد اور روزمرہ کے پیش آنے والے حالات اور واقعات کے بارے میں صلاح اور مشورہ کرتے۔ ان بزرگ کے مقام پر ریاست سوات کی جانب سے ایک پکی مسجد بنی ہوئی ہے جو کہ بونیر کی طرف پکی سڑک پر اس مقام پر واقع ہے۔ اس جنگ میں انگریزی فوج کو بڑا مالی اور جانی نقصان پہنچا تھا۔ بہت زیادہ افسران قتل اور زخمی ہوئے۔ انگریزی فوج کا جرنیل چیمبرلین بھی اس میں زخمی ہوا تھا۔ اور دوسری طرف بہت سے مجاہدین بھی شہید ہو گئے تھے۔ جہاد کے دوران سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی جو سب سے بڑی کرامت ظاہر ہوئی اور آج تک مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت انگریزی فوج سرکاوی سے گزرتی ہوئی امبیلہ پر حملہ آور ہوئی اور باباجی صاحب جس مورچہ میں خود تشریف فرما تھے۔ وہاں تک انگریزی فوج پہنچ گئی اور مسلمان غازیوں کے لشکر کو پیچھے کی طرف دھکیلنے لگے۔ عین اسی وقت زہریلی مکھیاں بھڑیں انگریزی فوج پر نمودار ہو کر چھا گئیں، اور انگریزی فوج کو پیچھے کی طرف بھاگنے پر مجبور کیا، جس میں بہت سے کفار مر گئے۔ اس افراتفری میں اکثر بھڑوں کے کاٹنے سے حواس باختہ ہو گئے تھے اور بہت سے بڑی بڑی پہاڑی چٹانوں سے نیچے گر کر جہنم کی گھاٹیوں میں گر کر مر گئے۔

اس واقعہ کے بعد انگریزی لشکر بونیر آنے میں تو کامیاب نہ ہوئے مگر حملہ کے راستے ملکا تک آئے۔ وہاں پر مجاہدین اسلام کے مرکزی مقام ملکا کے باہر چند مکانات نذر آتش کئے اور لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ ہمارا مقصد بونیر پر قبضے کا نہ تھا بلکہ ملکا کو تباہ کرنا تھا۔ اس تاریخی جنگ کے بعد سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں انگریزوں نے سوات، بونیر اور

ہند کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ کئی بار ایسی کوششیں ہوئیں کہ کسی نہ کسی طور پر صاحب سوات کے ساتھ صلح کی جاوے لیکن آپ ہر بار انکار کرتے رہے اور آخر دم تک جہاد کی تیاری کا ارادہ ظاہر فرماتے رہے۔

بابا جی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ مخلوق خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شریعت اسلام کی پیروی پر لوگوں کو جمع کرنے اور پختون قبائل کی غیر شرعی رسم و رواج ختم کرنے میں گزری اور بالآخر ۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ جمعۃ المبارک صبح صادق بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء اس فانی دنیا سے سفر اختیار کر گئے۔

(۱) آصف خان مرزا نے اپنی تصنیف تاریخ ریاست سوات پشتو ایڈیشن پرانا میں تاریخ وصال ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء، بمطابق ۷ محرم ۱۲۹۵ھ درج کی ہے، صفحہ: ۱۰۷۔

(۲) آصف خان مرزا کی تصنیف کا اردو میں جو ترجمہ کیا گیا ہے اس میں یہ تاریخ وصال ۲ جنوری ۱۸۷۷ء، بمطابق ۷ محرم ۱۲۹۵ھ درج ہے، جو کہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، صفحہ نمبر: ۷۶۔

(۳) سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تذکرہ میں تاریخ وصال ۷ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء، درج کی ہے، صفحہ: ۱۵۷۔

(۴) جناب فضل الرحمن فیضان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منظوم کلام میں تاریخ وصال ۷ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء، درج کی ہیں، صفحہ نمبر: ۴۰۔

(۵) رواج نامہ سوات نامی مجموعہ احکامات والی صاحب میں جو فہرست تعطیلات درج کی گئی ہیں اس میں ۷ محرم کو یوم وصال باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی تعطیل اور ۱۲ دسمبر یوم تاجپوشی والی

صاحب کی تفصیل بدست فضل الرحمن فیضان دستخط شدہ والی صاحب درج ہے۔

(۲) جبکہ عبدالحلیم اثر افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف روحانی تڑون میں تاریخ وصال ۱۸ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء درج کی ہے۔ اور دلیل میں میاں ولی محمد صاحب نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر جو مرثیہ لکھا تھا اس کے آخری اشعار درج کیے ہیں۔

پہ اتلسم(۱۸) د محرم

ورځ د جمعې وخت صبحدم

یَغفِرُهُ (۱۲۹۵) سن وو د ماتم

صا حب چې پریښود دا مکان

ترجمہ: یہ محرم الحرام کی اٹھارہ تاریخ جمعۃ المبارک کے دن صبح صادق کے وقت آپ کے ماتم کا سال یغفرہ ۱۲۹۵ھ ہے جبکہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فانی مکان چھوڑ دیا۔ (یہ بھی کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء نے انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ پیر صاحب مانکی شریف حضرت مولانا شیخ عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہڈے شریف افغانستان آپ کے مشہور مرید اور خلیفہ سید فضل واحد المعروف حضرت حاجی صاحب ترنگزئی تمام عمر انگریز کے خلاف مصروف جہاد رہے بلکہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی نے تو اپنے پیر صاحب سے بیعت بھی میدان جہاد میں کی تھی۔ انگریز کے ہندوستان سے رخصت ہونے تک یہ جہاد جاری رہا۔ جس کی تفصیل پیر صاحب مانکی شریف پیر صاحب ہڈی شریف (ہڈے) حاجی صاحب ترنگزئی کی سوانح حیات میں درج ہے۔

ہندوستان کی تقسیم سے پہلے جب صوبہ سرحد کے ادغام کے بارے میں ریفرنڈم کا فیصلہ ہوا تو جو ہستی قائد اعظم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان جہاد میں اتری۔ وہ ہستی حضرت شیخ امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت عبد الرؤف المعروف ثالث صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت شیخ عبد الحق علیہ الرحمۃ المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت شیخ عبد الوہاب علیہ الرحمۃ المعروف مانکی باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ جنہوں نے سابق صوبہ سرحد کے کونے کونے میں طوفانی دورے کئے۔ عوام کو ریفرنڈم میں پاکستان کے بارے میں اپنا ووٹ استعمال کرنے اور ہندو بنئے اور ہندو نواز لوگوں کی مکاریوں کے بارے میں وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ نتیجتاً لوگوں نے بھاری تعداد میں پاکستان کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا اور صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ بن گیا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو آج یہ صوبہ سرحد ہندوستان کا حصہ ہوتا۔ جگہ جگہ ہندوؤں کے بھجن بجتے۔ ہر مسجد کے مقابل ایک مندر ہوتا۔ سکولوں میں تلاوت کلام پاک اور دعاؤں کی جگہ بندے ماترم کے مشرکانہ ترانے بجتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اور بزرگانِ دین خصوصاً بالخصوص حضرت شیخ المشائخ غوث الزماں سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تذکرہ ہذا کا فیضان ہے کہ ہم ہندوؤں مشرکوں سے آزاد فضاء میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ھم اس آزادی کی کس طرح قدر کرتے ہیں اور جن کی برکت سے ہمیں آزادی ملی ہے اُن کی کتنی قدر کرتے ہیں کسی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

اولیاء کا ہے فیضان۔ پاکستان پاکستان

پاکستان بننے کے بعد بھی بزرگان دین کی پاکستان کی تعمیر و ترقی کیلئے کوششیں جاری رہیں۔ آزادی کشمیر کی جنگ میں سید و باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور مریدین نے بھرپور

حصہ لیا۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حاجی الحرمین فخر کشمیر حضرت حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ المشائخ ترنگزو بابا جی خلیفہ شیخ نجم الدین ہڈی صاحب علیہ الرحمۃ خلیفہ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ساتھ جہاد کشمیر میں شامل ہوئے۔ اور ایسی بہادری سے لڑے کہ ہندوؤں کو کشمیر سے پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ اگر کافر قوتوں کی مکاری اور سازشیں نہ ہوتیں تو آج پورا کشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا۔ بہرحال آج موجودہ آزاد کشمیر آپ کی جہادی کوششوں کی وجہ سے آزاد ہے اور پاکستان کیساتھ شامل ہے۔ اب حکومت پاکستان کی اپنی باقاعدہ فوج ہے۔ جو پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی نگرانی احسن طریقے سے سرانجام دے رہی ہے۔ لہٰذا پہلے کی طرح جدوجہد کی ضرورت تو نہیں لیکن بوقت طلب، ضرورت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے تمام وابستگان اور دیگر اہلسنت کے خواص وعوام سب لوگوں سے قربانی دینے میں اول ہوتے ہیں۔

یہاں سے نام نہاد خوارجی جہادیوں کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ اہلسنت وجماعت کے افراد محض جلسے جلوس کرتے ہیں، یہ لوگ جہاد نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قوم وملت سے جہاد کے نام پر کثیر چندہ وصول کر کے تم لوگوں نے کس کافر قوت سے کتنا علاقہ خالی کرایا ہے؟ قبضہ کیا ہے؟ بلکہ دراصل میں عوام سے چندے بٹورنے کے بعد ان رقوم کو اپنی مذہبی جماعتوں کو فروغ دینے اسلحہ خریدنے پر صرف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کے مناقب اور محاسن

مناقب غوثیہ نامی کتاب میں مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو محامد و محاسن جس مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کی ہیں۔ اس سے ان جلیل القدر روحانی پیشوا کی روحانیت اور عرفان روحانی جلال و جمال کا اندازہ اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) **دوام صوم:**۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

(۲) **دوام ذکر:**۔ آپ کا دل اور روح ہر وقت حالت بیداری اور خواب میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے۔

(۳) **دوام خلوت:**۔ چہرہ مبارک پر چادر پڑا رہتا تھا۔ اگر لوگوں کیساتھ تشریف فرما ہوتے جلوت میں ہوتے تب بھی روحانی خلوت آپ کو حاصل ہوتی۔

(۴) **دوام وضو:**۔ ہر وقت باوضو رہتے، جب وضو ٹوٹ جاتا فوراً تازہ وضو فرماتے۔

(۵) **دوام ربط:**۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار کے ساتھ رابطہ حاصل تھا۔ اسے اصطلاح میں دوام بسط بھی کہتے ہیں، اس مقام میں ایک صوفی کو ہر وقت دربار رسالت میں حضوری نصیب ہوتی ہے۔ رابطہ قائم ہوتا ہے۔

(۶) **دوام نفی خواطر:**۔ دل میں جو رنگ برنگ خیالات بجلی کی تیزی کی طرح گزرتے ہیں، انہیں خواطر کہتے ہیں۔ یعنی دل میں گزرنے والے خیالات یہ نفس اور شیطان سے نازل ہوتے ہیں۔ صوفی کو جب اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے تو اسے ان خیالات پر قابو پانے میں طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے دل و دماغ میں فاسد خیالات نہیں

کرتے۔ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے خلفاء تھے اور فکر کے طریقے میں صاحبِ ارشاد تھے ان کی خصوصی تربیت میں ایک خصوصیت اور بڑی تعریف یہ تھی کہ جو بھی ان کی مجلس میں داخل ہوتا۔ اس کے دل میں بھی پریشان و پراگندہ خیالات آنا بند ہو جاتے۔ ساری توجہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی۔

(۷) **دوام اعراض عن الانام**:۔ یعنی کسی بھی حالت میں بھی مخلوق کی طرف توجہ نہ رہنی اور اپنی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف لگانا اور مخلوق سے خالق کی طرف منہ پھیرنا۔

(۸) **دوام قلت طعام**:۔ روز و شب کم خوراک کھانا، روایت ہے کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبارک اتنی کم خوراک کھاتے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

(۹) **دوام سکوت**:۔ شب و روز چپ رہتے۔ سوائے اس کے کہ جب مریدوں، تلقین عوام کو وعظ و نصیحت اور مہمانوں کے ساتھ ضروری باتیں کرنی ہوتیں۔

(۱۰) **دوام تجدید وضو**:۔ ہر نماز کے لئے لازماً نیا وضو فرماتے۔ اگرچہ اس وقت آپ باوضو ہوتے۔

(۱۱) **دوام نوافل بہ قیام**:۔ نفلی نماز بہ حالت قیام ادا فرماتے۔ رمضان المبارک میں ہر رات دس پارے قرآن مجید سنتے۔ اس کیلئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ چھ پارے بیس رکعت تراویح میں قیام کے دوران سنتے اور چار پارے تسبیحات کے درمیان بیٹھے بیٹھے سنتے۔

مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں۔

(الف) تمام رات بیٹھے بیٹھے گزارتے، لیٹتے نہیں تھے۔ رات کو نہیں سوتے اگر ضعف غالب ہوتا تو تکیہ لگاتے۔ دن کو قیلولہ فرماتے لیکن قیلولہ کے دوران پاؤں پھیلا کر نہ سوتے بلکہ پاؤں سمیٹتے اور ایک پہلو پر لیٹتے۔

(ب) سفید کپڑے پہنتے، سفید کپڑے کا سات گز عمامہ سر پر باندھتے آخری عمر میں آنکھوں کی نظر بہت کمزور ہو گئی تھی۔ نماز کے لئے جاتے وقت اپنے مریدوں کے کندھوں پر ہاتھ ڈال کر جاتے۔

(ج) دائم الکشف تھے اور کشف بھی وہ جو خصوصیت کیساتھ مرتبہ غوثیت میں ملتا ہے۔ حضرت باباجی صاحب سوات کو یہ مرتبہ قادریہ طریقہ کے فیوضات کے سلسلے میں حضرت غوث الاعظم میران محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب کی حیثیت سے حاصل تھا۔ یہ وہ مقام ہے، جسے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ خمریہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

نَظَرتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمعاً   کَخَرۡدَلَۃٍ عَلٰی حُکمِ اِتِّصَالِ

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو ایسا دیکھا کہ جیسا رائی کا ایک دانہ ہوتا ہے۔

یہی کیفیت غوث الزمان سیدو باباجی کی تھی۔ جتنے لوگ بھی آپ کی خانقاہ مبارک میں حاضر ہوتے۔ ہر ایک کے دل میں جو بھی سوال پیدا ہوتا۔ حالانکہ وہ آدمی سلام کیلئے بھی نہ حاضر ہوتا کہ باباجی صاحب اپنے مریدوں سے فرماتے کہ آواز لگاؤ کہ فلاں ملک، فلاں علاقے کا فلاں بندہ آجائے جب وہ بندہ آتا تو اس کے عرض کرنے سے پہلے اس کو جواب عطا فرماتے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ:

"موضع طورو کا حسن خان نامی ایک آدمی آیا۔ باباجی صاحب کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ باباجی صاحب نے چادر اپنے چہرہ مبارک پر ڈالی ہوئی تھی۔ آدمی نے عرض کی کہ جناب مجھے پہچانا نہیں، باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تجھے جانتا ہوں۔ تمہارا نام حسن خان ہے، باپ کا نام عبداللہ خان ہے، دادا کا نام جلال خان ہے، پردادا کا نام

فتح خان ہے۔ طورو کے رہنے والے ہو۔ اگرچہ تم تو مزید شجر و فلاں فلاں تو اس کام کے لئے آیا۔ فلاں فلاں تیرے ساتھی ہیں۔"

(و) جو لوگ باباجی کے دربار میں اپنے گھر سے جس نیت کیساتھ نکلتے۔ ان کی نیت مطابق ان کی قدر و منزلت فرماتے۔

(۱) **دنیا کے طالب لوگ:۔** اس قسم کے لوگ چاہے غریب ہوتے۔ چاہے مالدار سب کے ساتھ ایک قسم کی مدد فرماتے۔ امیر و غریب کا کوئی فرق روا نہ رکھتے۔

(۲) **صرف ملاقات کے لئے آنیوالے لوگ:۔** ان لوگوں کیساتھ محبت فرماتے۔ زیادہ توجہ فرماتے۔ اس کے خانقاہ مبارک پہنچنے سے پہلے خادم آواز لگاتے۔ اس آدمی کا نام پکارتے اور اپنی ملاقات کا شرف بخشتے۔

(۳) **طالبان مولا:۔** اس قسم کے لوگوں کے حال پر ظاہری اور باطنی توجہ فرماتے۔ اور معرفت اور طریقت کے فیوضات سے سرفراز فرماتے۔ اس سلسلہ میں حضرت اللہ دی صاحب بام خیل، ضلع صوابی سے روایت ہے کہ حضرت باباجی صاحب سوات "صاحب اللفظ" بزرگ ہیں اور "سیف" زبان یعنی جو بات بھی آپ کے منہ مبارک سے نکلتی وہ حق ثابت ہوتی۔ چنانچہ اس ملک میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں جو بات کی ہے۔ آج تک وہ لوگ اس طرح اچھے یا برے ہیں اور یہ اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ:

"من کان للہ کان اللہ لہ"

ترجمہ: جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔

ضلع مردان میں کنبت نامی گاؤں ہے۔ اسی گاؤں کی ایک مسجد میں ایک مقیم شخص

تالاب ہے۔ تالاب آیا ہے۔ مچھروں کی افزائش نسل کا ایک مرکز ہے۔ اس گاؤں میں ایک بڑی مسجد اور پانی میں آباد ہے۔ اس مسجد سے لوگ آئے اور باباجی صاحب سے عرض کی کہ باباجی صاحب ہماری مسجد تشریف لائیں۔ اس مسجد کے ساتھ تالاب میں بے حساب مچھر ہیں۔ اس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ باباجی صاحب نے فرمایا" بے شک اس تالاب میں مچھر بہت ہیں لیکن فرق نہیں پڑتا یہ کاٹتے نہیں" اور آج کے دن تک سو سال کا زمانہ گزر گیا۔ جنت نامی گاؤں کے خان محمد حسن خان مرحوم کی مسجد کے ساتھ اس تالاب کے مچھروں نے کسی کو نہیں کاٹا۔ مردان سے اندازہ لگتا ہے جنت نامی گاؤں تک راستہ جاتا ہے۔ کوئی تسلی کرنا چاہے تو جا کر گاؤں کے بڑے بوڑھوں سے تصدیق کر سکتا ہے اور وہ مچھر خود دیکھ سکتا ہے۔ یہ ایک زندہ کرامت ہے۔ (یہ کتاب ۲۰۰۵ء والی ہے۔ ۱۹۶۱ء میں چھپی ہے۔ یعنی اب تک تقریباً ۱۵۰ سال کا عرصہ گزرا ہے)۔

باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں دینی اور علمی بحثیں بھی ہوتیں اور آپ دینی مسائل کے جوابات تحقیقی شکل میں دیتے۔ ایک دن کسی نے سوال کیا کہ تسمیہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر روا ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء دو قسم کے ہیں: ذاتی اور صفاتی۔ ذاتی ناموں پر تسمیہ بغیر اضافت عبودیت کے روا نہیں اور صفاتی اسماء جیسے رحیم، کریم، وغیرہ پر تسمیہ جائز ہے۔ مگر اسے مصغر کرنا روا نہیں جیسے کریم کی جگہ کریمک، کریموں وغیرہ کہنا روا نہیں۔ باباجی صاحب درس بھی دیتے۔ بڑے بڑے علماء آتے اور تبرک کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بعض کتب پڑھتے۔ بعض طلباء جب فارغ التحصیل ہوتے تو دستار فضیلت باندھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ انہیں اپنے مبارک ہاتھوں سے دستار باندھتے۔ اس طرح علم اور علماء کی سرپرستی فرماتے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ جتنے علماء آپ کے دور میں ہو گزرے ہیں آج تک اتنے علماء پیدا نہیں ہوئے۔

حضرت العلامہ شیخ القرآن والحدیث مولانا فضل سبحان قادری بانی و مہتمم
دارالعلوم قادریہ مردان نے مورخہ ۱۲-۱۰-۲۰۱۶ بروز منگل یوم عاشورہ بر مزار غوث
الزمان سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دوران تقریر اس باب کے مناسب ایک واقعہ ذکر
فرمایا، جسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دوران حیات آپ کی عظیم الشان
مسجد تھی دارالعلوم کے طلباء کے لئے لنگر کا انتظام بھی تھا۔ لیکن طلباء نزدیک کے گھروں
سے پرانے رواج کے مطابق کھانا بھی مانگ کر لاتے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گھر سے جو
دوپہر کا کھانا آتا آپ وہ طلباء کو تملیک کرتے اور ان سے گھروں سے مانگے ہوئے چند
ٹکڑے تناول فرماتے۔ ایک دفعہ ایک طالب علم نے پوچھا کہ ”باباجی صاحب آپ
ایسا کیوں کرتے ہیں کہ اپنے گھر کا نفیس طعام ہمیں دیتے ہیں اور ہمارا کھانا جس میں ہر قسم کا
لذیذ، بدمزہ سب قسم کا سالن ہوتا ہے، خود کھا لیتے ہیں۔“ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
”دیکھو بیٹا بات یہ ہے کہ ہمارے گھر میں جو کچھ بھی پکتا ہے۔ ہم اس میں بہت احتیاط
کرتے ہیں کیونکہ مسئلہ سارا رزق کا ہے کہ اندر اگر رزق حلال گیا تو روحانیت آسکتی ہے۔ اور
اگر اندر ایک لقمہ بھی مشکوک چلا گیا تو روحانیت نہیں آتی۔ ہم اپنے گھر کے کھانے میں بہت
احتیاط کرتے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت ہوسکتا ہے کہ ہمارے گھر کے آٹے میں، نمک
میں، دال ساگ میں اگر کوئی مشکوک چیز چلی گئی ہو۔ اسلئے میں اپنی روٹی جو میری ملکیت
ہے تمہیں تملیک کر دیتا ہوں تو تملیک سے حکم بدل جاتا ہے۔ علماء جانتے ہیں کہ میری وہ
روٹی جو میرے لئے مشکوک ہے۔ وہ میں تمہیں بطور تملیک دے دیتا ہوں۔ تمہارے لئے
وہ حلال طیب ہو جاتی ہے۔ تمہاری روٹی میں اس لئے کھاتا ہوں کہ تمہاری روٹی میں
دو تملیکیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ گھر والے اپنی روٹی تمہیں تملیک کر دیتے ہیں۔ وہ روٹی اگر

کردوں کے لئے مشکوک ہے تو تمہارے لئے طیب اور حلال ہے۔ پھر آپ وہ روٹی مجھے ہبہ کر دیتے ہو۔ تو اگر اس میں آپ کے لئے کوئی شک وشبہ ہے۔ تو میرے لئے حلال وطیب ہے۔ اسلئے میں حلال وطیب رزق کھاتا ہوں۔" ان بزرگانِ دین نے رزق کے معاملے میں بہت احتیاط کی ہے۔

حضرت شیخ دین محمد المعروف شیخ صاحب شریف والا متوفی ۹ ذی الحج ۱۳۶۲ھ فرماتے تھے کہ میرے مرشد ارشد حضرت شیخ مولانا نجم الدین صاحب المعروف ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ "غوث کی کیا شناخت ہے؟" حضرت اخون صاحب سوات نے فرمایا کہ "اس کوٹھے کی چھت میں جو لکڑیاں پڑی ہوئی ہیں اگر غوث فرمادے کہ ایک لکڑی سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے تو ایسے ہی ہوجاتا ہے۔ ہم نے جب چھت کی طرف دیکھا تو ایک لکڑی سونے کی تھی اور ایک چاندی کی تھی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ کہہ دے کہ یہ لکڑیاں ہی ہیں۔ تو وہ لکڑیاں ہوتی ہیں۔ جب ہم نے دیکھا تو لکڑیاں ہی تھی۔ تو ہم سمجھ گئے کہ انجناب مقام غوثیت پر فائز ہیں۔ (تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، صفحہ نمبر: ۱۵۷)

آپ کے کشف وکرامات کے واقعات بے حد وبے حساب ہیں۔ جناب فضل حق فیضان ادیب اور قادر الکلام شاعر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸۷ء نے اپنے منظوم کلام پشتو بنام "سیدو بابا حالات اور کرامات" میں ۲۵ عدد کرامات ذکر کی ہیں۔ صفحہ نمبر ۱۲ سے صفحہ نمبر ۴۲ تک سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اور صفحہ ۴۴ سے صفحہ نمبر ۱۴۳ تک کرامات کا تذکرہ ہے۔ اس طرح بہت سے لوگوں نے کرامات ذکر کی ہیں۔

روحانی اثرات:۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ المعروف

سیدو باباؒ کی ابتدائی تربیت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیران عظام کی صحبت میں ہوئی تھی۔ لیکن بعد میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت آپ پر غالب آئی تھی اور آپ کے زمانہ میں آپ کی وجہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت فروغ اور تقویت حاصل ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اس مبارک عہد کے روحانی دنیا میں سیدو باباؒ ایک بہت بڑے روحانی پیشوا، بہت بڑے بزرگ صوفی، کامل پیر طریقت اور صاحب کشف و کرامت ولی اللہ تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی تقویت اور سربلندی کے لئے جو خدمات ادا کی تھیں۔ اور اپنے زمانہ کے ایسے عظیم الشان پایہ کے مرد مجاہد تھے کہ تاریخ کے اوراق میں آپ کے جہادی کارنامے تا قیامت یادگار رہیں گے۔ رشد و ہدایت، تبلیغ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، شریعت کے ظاہری احکامات کی مکمل تابعداری، تقویٰ پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے اور جہادی جو شمعیں روشن کر گئے تھے، وہ آج تک روشن ہے۔ اور ممالک مذکورہ خصوصاً شمال مغربی پاکستان اور قبائلی علاقوں میں آج بھی وہ ترو تازہ ہے۔ اور روحانی فیوضات کا جو سلسلہ آپؒ سے شروع ہوا تھا۔ وہ دور دور تک پھیل گیا ہے۔ خصوصاً صوبہ سرحد پختونخوا میں علم ظاہری اور علم باطنی کے جو مشہور مراکز ہیں۔ ان کا سلسلہ آپ تک پہنچتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جتنے بھی روحانی اور طریقت سے وابستہ مسلمان ہیں۔ اکثریت کا سلسلہ قادریت سیدو باباؒ تک پہنچتا ہے۔ مثلاً سیدو باباجیؒ کے خلفاء اور پھر ان کے خلفاء کے لاتعداد مریدین علم ظاہری کے حصول کیساتھ ساتھ علم باطنی کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔

علم طریقت کیساتھ ساتھ علم شریعت کی تبلیغ و ترویج کے لئے آپؒ کے فیض یافتہ علماء نے مختلف مقامات پر آپ سے منسوب بڑے بڑے مدارس بنائے ہیں۔

...ں سے ہر سال کثیر تعداد میں علماء دورہ حدیث کے بعد فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں۔ ان
...ین اور جامعات میں سرفہرست دارالعلوم جامعہ قادریہ بغدادہ شیخ ملتون مردان بے بلاء
...ں جامعہ کو ام المدارس کا درجہ حاصل ہے۔ کیونکہ باقی جتنے بھی مدارس ہیں ان کے اساتذہ
...ہتمین یہاں سے فارغ التحصیل ہیں۔ جس کے بانی اور مہتمم جامع المعقول والمعقول
...ضرت العلامہ شیخ القرآن والحدیث مولانا فضل سبحان قادری ولد مفتی اعظم جامع المعقول
...نقول عالم بے بدل مولانا شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز مانکی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ
...ضرت سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو درازی عمر بمع صحت کاملہ عطا
...ئے۔ ایک دارالعلوم حضرت مولانا شیخ طریقت و شریعت حضرت شیخ گل صاحب
...رک ولد حضرت حاجی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبارک ولد حضرت شلمان بابا جی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ
...ضرت بابا جی صاحب مانکی شریف شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کے قریب بنام
"دارالعلوم جامعہ جنیدیہ غفوریہ" قائم کیا ہے۔ جس کی اب تک ہزار ہاں شاخیں خیبر ایجنسی
...ر پشاور میں قائم ہو چکی ہیں۔ اب تک ہزاروں علماء ان اداروں سے فارغ التحصیل ہو کر
...ین اسلام، مذہب حقہ، اہلسنت و جماعت اور علم طریقت کی تعلیمات سے لوگوں کو مستفید
...رتے ہیں۔ جس کے موجودہ شیخ الحدیث اور مہتمم علامہ ڈاکٹر نورالحق قادری ولد شیخ گل
...احب مبارک ہیں۔ موصوف ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ کئی دفعہ ایم، این، اے رہ چکے
...یں۔ علوم دینیہ کیساتھ ساتھ علوم عصریہ اور علوم سیاست میں کافی تجربہ رکھتے ہیں۔

ایک عظیم الشان دارالعلوم ڈاگ اسماعیل خیل میں بنام دارالعلوم "جامعہ کریمیہ
...فوریہ" زیر سایہ پیر طریقت رہبر شریعت پیر رحمت کریم صاحب مدظلہ العالی خلیفہ حضرت
...ی گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ لواڑگی شریف قائم کیا ہے، جس میں علاقہ کے طلباء کے ساتھ

ساتھ تمام صوبہ کے طلباء علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ دارالعلوم کے موجودہ ناظم اعلیٰ محترم مولانا علی زمان چشتی بڑے احسن طریقے سے دارالعلوم کے جملہ معاملات چلا رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان دارالعلوم "جامعہ قادریہ غفوریہ" تندوڈاگ ضلع سوات میں قائم ہے۔ جس کے بانی و مہتمم شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا پیر سید صاحب قادری تلمیذ مولانا فضل سبحان صاحب قادری و مرید سید محمد شیرین باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت پیر طریقت سرگند خان باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ عاشق صادق حاجی محمد امین باباجی رحمۃ اللہ علیہ ممرزو شریف ہیں۔ ۱۹۸۶ء سے لے کر آج تک کافی تعداد میں طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

اسی طرح ایک دارالعلوم اس مقام پر جہاں پر سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے ساتھ جہاد کیا تھا اور انہیں شکست فاش دی تھی۔ یعنی امبیلہ ضلع بونیر میں بنام "دارالعلوم جلالیہ غفوریہ" قائم ہے۔ جس کے مہتمم سلسلہ عالیہ قادریہ غفوریہ کے فیض یافتہ عالم دین مولانا ولی الرحمن قادری ہیں۔ دارالعلوم علاقہ میں علم دین کے حصول تبلیغ و ترویج کا ایک عظیم الشان مرکز ہے۔ سال کی مختلف تقریبات خصوصاً عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جلسے جلوس کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

ایک دارالعلوم علاقہ گڑھی شموزی ضلع سوات میں بنام "دارالعلوم حکیمیہ غفوریہ" قائم ہے۔ جس کے مہتمم مولانا تاج محمد قادری مرید و خلیفہ حضرت پیر طریقت مولانا حکیم سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ سید محمد شیرین باباجی مدظلہ العالی ہیں۔ جس سے علاقہ کے عوام و خواص دینی علوم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

❀❀❀❀❀

سید عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی
بات کے آخر میں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ مرثیہ بزبان فارسی لکھا ہے۔ جس سے
ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے۔ صفحہ: ۳۷

حضرت قطب جہاں نور ہدٰی عبدالغفور
آہ ازما کردہ رحلت سوئے عقبیٰ ناگہاں

آہ دلہائے احبا خستہ گر دیداز غمش
کاین چنین پیر ہدایت شد ز چشم ما نہاں

بہرہ اعمال نیکو بود تا اندر شباب
ایزد پاکش بخواندہ سوئی گلزار جہاں

چونکہ ایں شمع ہدایت و گرفت اندر حجاب
شد کبریاں درپس او مہر و ماہ و آسمان

حق تعالیٰ داردش در سایہ رحمت شریف
در نعیم و روح و ریحان بامسرّت جاوِدان

حضرت علامہ میاں نصیر الدین احمد عرف میاں صاحب قصہ خوانی پشاور نے اپنی
تصنیف ''تجلیات غفوریہ'' ترجمہ ''احقاق الحق'' میں سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:
''وہ بدعت کا مٹانے والا سنت پر عمل کرنے والا علامہ محقق اور یگانہ روزگار مدقق حامی
فضلاء و برہان العلماء بدنی گندگی سے پاک قطب عالم قدوۃ العارفین سید الکاشفین
سلطان المرشدین شمس عالم الغیب والشہود اس کی ذات وصفات سے بغیر عناد گر کے کوئی
انکار کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ابو البرکات صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی
ہے۔ (صفحہ نمبر: ۵)

حضرت شیخ عبدالغفور سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالحق المعروف بہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "تنبیہ المنکرین من حقوق المرشدین" میں بزبان عربی میں جو شجرہ مبارکہ سلسلہ عالیہ کے مشائخ کا لکھا ہے۔ اس میں حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:(صفحہ:۱۸۴)

عبدالغفور امام الحق مرشدنا شادَ الاصول ولم ینتھل ولم یسل

ترجمہ:۔ عبدالغفور (صاحب سوات) حقیقی امام ہمارے مرشد نے اصول کو مضبوط کیا بغیر تاخیر اور بغیر اکتا جانے کے۔

قُطب وَ غوث فلا یُحصی فضائلہ تَضرِبُ اِلَیہ کبود الانیقِ الذُلُلِ

ترجمہ:۔ قطب و غوث ہیں۔ پس ان کے فضائل نہیں گنے جا سکتے مسخر چیزوں کے دل ان کی طرف چل رہے ہیں۔

ھذَا الَّذِی باھت الدُّنیا بِعِزَّتِہ ھذا ھُوَ الاٰخِرُ السَّامِی عَلَی الاَوَّلِ

ترجمہ:۔ یہ وہ ہیں جن کی عزت پہ دنیا ناز کرتی ہے۔ یہ وہ آخری ہیں، جو پہلوں سے بلند ہیں۔

مَفطُورَ ۃ فیہ اَخلاقُ الکِرَامِ فلاَ یَحتَاجُ فِیھَا اِلیَ التَّھذِیبِ فِی العَمَلِ

ترجمہ:۔ عزت مندوں کے اخلاق ان میں پیدائشی ہیں۔ لہٰذا ان کو عملی زندگی میں ان اخلاق حسنہ کی تہذیب کی ضرورت نہیں پڑتی۔

فی الخَلقِ وَ الکسب بَون اِذا تی مَثَلُ لَیسَ التَّکَحُّلُ فِی العَینَینِ کَالکَحَلِ

ترجمہ:۔ پیدائشی اور کسبی چیزوں میں فرق ہوتا ہے کیونکہ ضرب المثل ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے آنکھیں پیدائشی سرمیلی آنکھوں جیسی نہیں ہو سکتیں۔

{خلفاء}

تصوف اور طریقت کی ایک اصطلاح یہ ہے کہ جو مرید اپنے پیر طریقت کی صحبت میں زندگی گزار دیتا ہے اور اسے درجہ کمال حاصل ہوتا جاتا ہے۔ تو اپنے پیر صاحب کی طرف سے اذن اور اجازت دے دی جاتی ہے۔ وہ اپنے شیخ کا نائب اور خلیفہ بن جاتا ہے اور اسے اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اپنے پیر طریقت کی رشد و ہدایت کی مسند پر تشریف رکھ کر مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کی تعلیم دے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس نمونہ کے کامل مریدوں کو پشتو میں خلیفہ کی جگہ ماذون کہتے ہیں۔ عام طور پر اولیاء اللہ کا یہ طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ مختلف ممالک میں اپنے کامل مریدین خلفاء اور ماذون کی حیثیت سے مقرر کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نیکی کی راہ دکھاتے اور اس پر چلاتے ہیں۔ چنانچہ باباجی صاحب سوات نے بھی اسی طریقہ پر پاکستان کے مختلف علاقوں میں اپنے خلفاء مقرر کیے تھے۔ یہاں پر ان مشاہیر خلفاء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہیر خلفاء میں حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحب علیہ الرحمۃ مانکی شریف ضلع نوشہرہ۔

(۲) حضرت مولانا شیخ نجم الدین صاحب علیہ الرحمۃ ہڈہ شریف افغانستان کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے۔

(۳) حضرت مولانا شیخ حمید اللہ المعروف اسوٹا ملا صاحب اسوٹا شریف ضلع صوابی۔

(۴) عبدالرحیم نام کے باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت خلفاء تھے:

(۱) ارباب عبدالرحیم ولد ارباب عبدالکریم موضع پڑانگ کے رہائشی تھے اور صاحب

کے والد صاحب ارباب عبدالکریم باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پیارے تھے کیونکہ آپ کے والد صاحب ارباب عبدالکریم باباجی کے ہم سبق رہ چکے تھے۔

(ب) مولانا عبدالرحیم موضع امان کوٹ تحصیل ضلع صوابی کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے۔

(ت) قاضی عبدالرحیم یوسفزئی موضع فرلی ضلع صوابی کے رہنے والے تھے۔ بڑے زاہد، عالم اور فاضل تھے۔

(ث) مولانا عبدالرحیم سہارنپور انڈیا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے واسطے سے وسطی ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات پھیلے ہوئے ہیں۔

(ج) مولانا عبدالرحیم ہمند بہادر کلی پشاور کے رہنے والے تھے۔

(د) میاں صاحب: میاں صاحب کے نام پر باباجی صاحب کے بہت سے خلفاء تھے۔

(ا) میاں محمد وسیم کا کاخیل جو کہ بوستے ملا صاحب، کاگہ کٹ ملا صاحب، حلقتی بابا اور حضرت اخوند آف کاگہ کٹ کے ناموں سے مشہور تھے منقول اور معقول کے محقق عالم تھے خصوصاً علم ریاضی، ہیئت حکمت فلسفہ اور ادب میں علامہ دہر تھے۔ زمانہ کے لحاظ سے باباجی صاحب کے تمام مریدوں سے عمر زیادہ تھی۔ باجوڑ کے علاقہ مسلکینی میں رہتے تھے۔ سمہ، سوات، باجوڑ کے اکثر مشاہیر علماء آپ کے شاگرد ہو گزرے ہیں۔ مشہور تاریخی شخصیت سید جمال الدین افغانی بھی آپ کے شاگرد تھے۔

(ب) حضرت شیخ میاں فضل الٰہی المعروف مشر میاں صاحب تھے۔ جو علاقہ چھچھ کیملپور کے حضرو نامی گاؤں میں رہائش رکھتے تھے۔ اس علاقہ میں قادریہ سلسلہ کے فیوضات آپ ہی کے ذریعہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مزار مبارک حضرو میں ہے۔

(۷) کربوغے ملا صاحب بنگش کوہاٹ کے علاقہ دوآبہ میں خٹک قوم کا ایک گاؤں ہے جس کا نام کربوغہ ہے۔ اس گاؤں کے مولانا محمد عمر شاہ جو بعد میں "کربوغے ملا صاحب" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ بھی سوات صاحب کے خلفاء میں بہت زیادہ مشہور روحانی پیشوا ہو گزرے ہیں۔ بعد میں آپ کے خلفاء میں بہت زیادہ برگزیدہ اور مشہور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ جس میں بوڑھان شریف علاقہ تیراہ آفریدی، مامون زئی شریف علاقہ تیراہ اورکزئی۔ شوال شریف علاقہ شمالی وزیرستان کے سجادہ نشینان حضرات بہت زیادہ مشہور ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت حاجی محمد امین مہمند ماشوخیل علیہ الرحمۃ کا نام قابل ذکر ہے جو کہ کربوغے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر کے مرید تھے۔ ابتدائی تربیت کربوغہ شریف کی خانقاہ میں حاصل کی تھی۔ اپنے زمانہ کے مشہور واعظ، مبلغ، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حاجی حرمین اور مجاہد اسلام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "جماعتِ ناجیہ" کے نام سے اس ملک میں اسلام کی بہت خدمات سرانجام دی ہیں۔ ردِ قادیانیت میں آپ کی مساعی جلیلہ تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ آپ کے صاحبزادگان میں صاحبزادہ الحمد اللہ ایک جید عالم دین اور بابا جی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ جناب الحمد اللہ مدظلہ العالی کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد شفیق قادری امینی، بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ اوصاف کے حامل ہیں۔ علم شریعت کے ایک فارغ التحصیل عالم دین اور میدان خطابت کے شہسوار ہیں۔ آپ جب تقریر فرماتے ہیں اور موقع کے لحاظ سے جناب حاجی محمد امین بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سناتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ بابا جی صاحب بذات خود بول رہے ہیں۔ آپ مرکزی جماعت اہلسنت صوبہ خیبر پختونخواہ کے امیر ہیں۔ آپ نے چند ہی سالوں میں اپنے دوروں میں اہلسنت و

جماعت میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کیلئے کامیاب کوششیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کی زیر قیادت تمام سنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی توفیق دے۔

(۷) شاؤ بابا رحمۃ اللہ علیہ، ریاست دیر کے مرکزی مقام اور ضلعی صدر مقام دیر پائین کے قبلہ کی جانب ایک چھوٹے سے گاؤں کا نام شاؤ ہے۔ جس کا موجودہ نام ریحان کوٹ ہے۔ حضرت مولانا شیخ المشائخ خلیل الرحمن اخوندزادہ یہاں کے رہائشی تھے۔ جس کی وجہ سے آپ حضرت شاؤ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ منقول اور معقول کے تمام دینی علوم کے ایک جید عالم تھے اور حضرت سوات صاحب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بلند درجے اور مرتبے کے حامل تھے۔ تمام ریاست دیر اور اردگرد کے کوہستانی علاقوں میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات آپ کے واسطہ سے پھیلے ہوئے ہیں آپ کے مریدوں میں بھی مشاہیر بزرگان دین ہوگذرے ہیں۔ جن میں ضلع دیر زیرین کے صدر مقام تیمر گرہ کے مشہور جلیل القدر روحانی پیشوا ''تیمر گرے صاحب'' آپ کے خلیفہ اور ماذون تھے۔ بڑی شان کے مالک تھے۔ کشف و کرامات اور خرق عادت کا عظیم مرتبہ آپ کو حاصل تھا۔

(۸) حضرت مولانا محمد نور ولد سید نور موضع تیراوی پشاور

(۹) حضرت مولانا صاحب منگلور سوات آپ علم معقولات میں فرید العصر تھے۔

(۱۰) حضرت مولانا نصر اللہ جان قاضی پشاور شہر کے بہت بڑے عالم دین تھے۔

(۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد حسین پشاور شہر ایک فاضل عالم دین اور مولف تھے۔

(۱۲) حضرت مولانا عبد المطلب موضع کوٹھا ضلع صوابی۔ یہ وہ عالم دین ہیں کہ جس وقت آپ فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کی دستار بندی باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بدست خود فرمائی تھی۔

(۱۳) حضرت مولانا محمد ہندی موضع کالو خان ضلع صوابی۔

(۱۴) حضرت مولانا حاجی شیخ جانا۔

(۱۵) حضرت مولانا حاجی احمد علی صاحب کابلی خور ضلع مردان طورو کے مشہور علماء حضرت مولانا میر عتیق اللہ اور میر عبداللہ آپ کے پوتے تھے۔

(۱۶) حضرت مولانا مولوی فضل احمد ہند صوابی۔ جو مولانا لطف اللہ آف علی گڑھ ہندوستان کے شاگرد تھے۔ اور باباجی صاحب سوات نے ان کی دستار بندی بدست خود فرمائی تھی اور بہت بڑے ریاضی دان عالم تھے۔

(۱۷) حضرت مولانا میر خان ابن محمد خان موضع ویسا علاقہ چھچ ضلع کیملپور۔

(۱۸) حضرت مولانا شیخ اخوند حبیب اللہ موضع سرخ علاقہ دوآبہ کے رہائشی تھے۔ اور علم معقولات میں علم منطق کے فاضل عالم تھے۔

(۱۹) حضرت مولانا شیخ لالا صاحب موضع مان پور علاقہ چھچ۔

(۲۰) حضرت مولانا صاحب آف کندیا جن کی علم منطق میں سلم العلوم پر شرح ''تحریر کندیا'' کو خاص شہرت حاصل ہے۔

(۲۱) حضرت مولانا اخوند فقیر صاحب گڑھی عثمانی خیل ملاکنڈ ایجنسی۔

(۲۲) حضرت مولانا رحیم الدین صاحب موضع سڑہ چینہ ضلع مردان۔

(۲۳) حضرت مولانا مولوی عبداللہ خان صاحب ضلع بنوں۔

(۲۴) حضرت مولانا مولوی احسن الدین المعروف گل بابا علیہ الرحمۃ بہت بڑے فاضل عالم تھے۔ کشف و کرامت کے حامل تھے اور ہشت نگر کے موضع رجڑ کے رہائشی تھے۔

(۲۵) مولانا قاضی راز محمد موضع جلالہ ضلع مردان۔

(۲۶) حضرت مولانا فقیر شاہ صاحب آف موضع معیار۔ آپ بہت بڑے فقیہ عالم تھے۔

(۲۷) حضرت مولانا شیخ المشائخ اخونزادہ ملا صاحب علاقہ تیراہ افغانستان آپ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں عظیم عرفانی اور روحانی درجہ کے حامل تھے۔

(۲۸) حضرت مولانا صاحب علاقہ تیراہ موضع سیرئی۔

(۲۹) حضرت مولانا پائام باباجی صاحب آف ریاست دیر۔

(۳۰) حضرت مولانا شیخ المشائخ حمید اللہ باباجی المعروف اسوٹا ملا صاحب اسوٹ شریف ضلع صوابی۔ آپ بہت بڑے جید عالم دین اور روحانی وعرفانی درجہ کے حامل تھے۔ آپ کی کشف وکرامات اور دینی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ جس سے علاقہ کے مکین اب تک مستفید ہورہے ہیں۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ایک مرتبہ مسجد کی چھت پر مٹی ڈالنے کے لئے سب مرید جمع ہوئے۔ مٹی ڈالنے کے لئے جو برتن جسے پشتو میں ٹاکے اور پنجابی میں دابڑی کہتے ہیں۔ لائی گئیں، تقسیم کرتے کرتے آپ کے حصے میں کوئی دابڑی نہیں آئی تو آپ اپنی سبز چادر میں دو دابڑیوں کے برابر مٹی ڈال کر چھت پر ڈالتے رہے۔ جب کام ختم ہوا تو باباجی صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آج سبز چادر والا جیت گیا۔ بزرگان دین کی باتیں پتھر کی لکیر کی مانند ہوتی ہیں۔ اور واقعی آپ علم باطنی اور علم ظاہری کے آفتاب بن کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں شامل ہو گئے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں علم باطنی اور علم ظاہری کی جو شمع روشن کی آج تک صوبہ سرحد اور پاکستان کے دور دراز علاقوں میں لوگ اس سے فیض حاصل کررہے ہیں۔ روایت ہے کہ آپ کے علاقہ کے دو نوجوان شکار کرنے کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہونے والے تھے۔ تو والدہ نے اپنے ان دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ شکار سے فارغ ہو کر باباجی صاحب

اسو شریف کی خدمت میں دعا کے لئے بھی حاضر ہو جاتا۔ نوجوانوں نے پانچ عدد مرغابیاں لا کر دیں۔ چار کو شریعت کے مطابق ذبح کیا جبکہ ایک کو ویسے ہی گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر باباجی صاحب کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہونے۔ اور پانچوں مرغابیوں کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کرنے لگے کہ یہ مرغابیاں لنگر کے لئے شکار کر کے لائے ہیں قبول فرمائیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں ذبح شدہ مرغابیاں ایک طرف اور بغیر ذبح کی گئی مرغابی الگ کر کے کہا کہ یہ مرغابی تمہارے ہاتھ ہوتا آیا ہے اسے ڈال دو یہ لنگر میں پکانے کے قابل نہیں۔ نوجوان فوراً توبہ تائب اور معافی کے طالب ہوئے۔

جناب شیخ مدرار اللہ المعروف صاحبزادہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کبل سوات نے اپنے چھوٹے بھائی جناب شیخ خانم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم دین حاصل کرنے اسونا شریف بھیجا تھا۔ اسونا شریف پہنچ کر آپ کے شیخ طریقت نے آپ کی ڈیوٹی لنگر میں لگا دی اور فرمایا تھا کہ لنگر کو چیک لیا کرو۔ آپ اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری سے نبھاتے رہے۔ حتیٰ کہ اس دوران صرف لنگر چکنے پر گزارہ کرتے۔ کسی نے آپ کے بڑے بھائی کو اطلاع دی کہ آپ کا بھائی تو علم حاصل کرنے کی بجائے لنگر میں مصروف خدمت ہے۔ جناب مدرار اللہ صاحب نے اپنے بھائی کو زجر اور توبیخ کی کہ جس مقصد کے لئے میں نے آپ کو بھیجا تھا۔ وہ مقصد آپ نے پورا نہیں کیا۔ اطلاع ملتے ہی آپ خفا خفا رہنے لگے کسی نے اسونا باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب سوات اسوجہ سے مغموم ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ صاحب کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اس وجہ سے تو خفا ہے۔ اٹھاؤ شرح جامی نامی کتاب اور شروع کرو۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی صفحہ پڑھایا اور فرمایا اب پڑھو تم تو عالم دین ہو۔ آپ کا (گفتہ گفتہ اللہ بود) فرمانا تھا کہ

آپ کے سینہ میں علم دین موجزن ہوا۔ شرح جامی اور دیگر درسی نظامی کی کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ جناب شیخ مدار اللہ المعروف صاحب بابا رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ المشائخ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ نے اپنے طریقت کے اسباق ابھی پورے نہیں کئے تھے۔ کہ سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ باقی اسباق آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ ناظم اللہ علیہ الرحمۃ سے پورے کئے۔ حتیٰ کہ آپ نے خلافت بھی انہی سے حاصل کی۔ حضرت شیخ ناظم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی اپنے شیخ حضرت سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف آپ کی وصیت کے مطابق بنا ہے۔

یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہے کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ اوڈیگرام ضلع سوات تشریف لائے تھے یہاں کے عوام وخواص سب آپ کے مرید تھے اور آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ آپ بھی ان کی وفاداری، دین داری سے خوش تھے کہ آپ کا دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت آیا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر میرے پیر طریقت کے پاؤں مبارک کی طرف بنائی جائے تاکہ آپ کے مزار مبارک سے بارش کا پانی میرے قبر پر گرے۔ چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کا وجود مبارک جس چارپائی پر رکھا گیا ایک گاؤں والے دوسرے، دوسرے والے تیسرے۔ اس طرح اگلے گاؤں والے آپ کی چارپائی سیدو شریف تک لے گئے۔ ضلع بونیر کے راستے، پہاڑی راستہ میں چارپائی لے جانے والے برف میں پھسل گئے۔ لیکن آپ کی چارپائی مبارک لوگوں کے آنے تک ہوا میں معلق رہی۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنے شیخ طریقت کے پاؤں کی طرف اب تک مرجع خلائق ہے۔ (حضرت شیخ حمید اللہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب آخر میں درج ہے۔)

حضرت عبدالجلیل مجذوب باباجی کے والد محترم حضرت محمد اسحاق الالائی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ولد فرید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت مولانا حضرت شیخ مدار اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا حضرت شیخ مدرار اللہ علیہ الرحمۃ کا مزار مبارک جامع مسجد بابا جی صاحب کبل کے متصل احاطہ میں جنگلہ کے اندر ہے۔ جنگلہ کے باہر حضرت شیخ محمد اسحاق الا باجی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالجلیل علیہ الرحمۃ المتوفی ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کے مزارات ہیں۔

حضرت شیخ مجذوب باباجی کے بعد آپ کے فرزند حضرت مولانا معین الدین مدظلہ العالی آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ درس نظامی کے فارغ التحصیل عالم دین ہیں۔ علم با طنی میں اپنے والد صاحب کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ مجذوب باباجی صاحب کے تمام صاحبزادوں بمع صاحبزادہ بہاؤالدین سینئر ایڈوکیٹ اور تمام رشتہ داروں صاحبزادگان کبل ومضافات نے بوقت جنازہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی روحانی قیادت کو تسلیم کیا۔ حضرت مولانا معین الدین مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے تا بعدار فرزندان عطا کئے ہیں۔ جن میں ایک مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ایک عالم فاضل شخصیت ہیں اور مسجد باباجی سے متصل دارالعلوم مدرار العلوم نصرۃ العلوم کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت العلامہ مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی کے خصوصی اور قابل فخر شاگرد ہیں۔ شجرہ نسب صاحبزادگان چندا خورہ کبل سوات اس کتاب کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔

(۳۱) حضرت مولانا حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیدمنی قبائلی علاقہ مہمند ایجنسی جو کہ ایک صاحب تصرف بزرگ اور بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ اور اسی علاقہ میں روحانی فیوضات اور انوارات کا مرکز ہے۔

(۳۲) حضرت فیض محمد اخونزادہ لوگر افغانستان اور مسیبی صاحبزادہ کے نام سے مشہور تھے۔

(۳۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو کہ ضلع پشاور کے گاؤں شیخ محمدی کے رہائشی

تھے۔

(۳۴) حضرت مولانا ابوبکر صاحب المعروف بہ پاسنے ملا صاحب۔ آپ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر کے منتظم تھے۔

(۳۵) حضرت میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ چھوٹے فرزند و سجادہ نشین حضرت شیخ المشائخ سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ عبدالحنان اور عبدالخالق۔ دونوں بڑے میاں گل اور چھوٹے میاں گل (پشتو میں مشر میاں گل کشر میاں گل) سے نام سے مشہور تھے۔ ان دونوں میں چھوٹے میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ اپنے والد صاحب سیدو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ اور آپ کے بعد اس زمانہ کے تمام علماء اور مشاہیر مشائخ نے بہ حیثیت روحانی پیشوا اور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین آپ کی رہنمائی قبول کی تھی۔ حضرت حافظ عبدالخالق بہت زیادہ نیک صفات رکھتے تھے۔ آپ کی مبارک زندگی اور کردار شریعت کے اصولوں کا ایک نمونہ تھا۔ آپ کی برکت سے اصلاح اور تبلیغ اسلامی کے فرائض احسن طریقہ سے سرانجام ہوتے۔ بعد میں بحیثیت "امیر شریعت" اسلامی احکامات نافذ کرنے میں بھی کامیابی حاصل کی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے بہت زیادہ خدمات سرانجام دی تھیں۔ حضرت میاں گل عبدالخالق علیہ الرحمۃ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۳۵ سال کی عمر میں ۱۸۹۲ء میں وصال فرما گئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔

آپ کے دو فرزند تھے۔

(۱) "عبدالودود" المعروف بہ میاں گل گل شہزادہ۔

(۲) "عبدالمنان" المعروف شہزادہ شیرین جان۔

عبدالودود المعروف گل شہزادہ باہمت انسان تھے۔ جنہوں نے اپنے والد محترم

حضرت حافظ عبدالخالق کے وصال کے سترہ (۱۷) سال بعد ۱۹۱۵ء میں سوات میں ایک منظم حکومت کی بنیاد رکھی۔ جو پاکستان میں ادغام تک پاکستان کی تمام ریاستوں میں ہر لحاظ سے ممتاز ترقی یافتہ اور مثالی ریاست تھی۔ (ریاست سوات کا پاکستان میں ادغام ۲۸ جولائی ۱۹۶۹ء کو ہوا تھا) اس وجہ سے حضرت میاں گل شہزادہ کو بانی ریاست سوات کہتے ہیں۔

آپ نے ریاستی حکومت کے تمام اختیارات اپنے بڑے فرزند میاں گل عبدالحق المعروف جہانزیب کو بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء بروز پیر حوالہ کئے اور اپنی باقی عمر عبادت، ریاضت اور تلاوت قرآن مجید میں صرف کی۔ اور آخر کار یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز جمعۃ المبارک آپ دارفانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور اپنی حیات میں تیار کردہ روضہ واقع عقبا سیدو شریف میں مدفون ہوئے۔ اس روضہ کے احاطہ میں آپ کے دوسرے فرزند شہزادہ سلطان روم المتوفی ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء بھی مدفون ہے۔ آپ کے بعد والی صاحب سوات میاں گل جہانزیب نے بھی بڑی کامیابی سے حکومتی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ آپ نے مخلوق خدا کی اصلاح کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ علم اور علماء کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اور ریاست سوات کی آبادی اور ترقی کے لئے اپنی زندگی وقف کی تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس تمام خاندان کو تمام شرافت عزت و اقبال اپنے پردادا غوث الزمان حضرت سیدو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ملی ہے۔ والی صاحب میاں گل عبدالحق جہانزیب بروز پیر مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۷ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ مزار باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کی مشرق کی طرف سنٹرل جیل سیدو شریف کے ساتھ شاہی مقبرہ میں ہے۔

شجرہ مبارکہ طریقت سید وبابا رحمۃ اللہ علیہ

واضح رہے کہ حضرت شیخ طریقت رہبر شریعت غوث الزماں سید وبابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ مبارکہ طریقت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے جن خلفاء کے ہاں لکھا ہوا موجود ہے۔ سب میں اختلاف ہے۔ کسی کے ہاں ایک بزرگ کا نام درج ہے تو دوسرے کے ہاں اس بزرگ کی جگہ کسی اور بزرگ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے۔ تیسرے کے ہاں کسی اور بزرگ کا نام لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ وجہ اختلاف کے بارے میں جس سے پوچھتا وہ جواب دینے سے قاصر ہوتا۔

مثال کے طور پر حضور غوث پاک شہنشاہ بغداد شریف کے اسم مبارک کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام مبارک حضرت شاہ کبیر الدین شاہ دولہ بابا گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ جبکہ بعض کے ہاں حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرزند اکبر حضور غوث پاک کا نام درج ہے۔ اس طرح ''گلستان ناجیہ'' نامی کتاب تصنیف حضرت سید محمد شیرین باباجی خلیفہ حضرت پیر محمد سرگند خان باباجی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی الحرمین عاشق صادق محمد امین باباجی رحمۃ اللہ علیہ میں درج شجرہ طریقت میں حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام مبارک شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ تحریر کیا گیا ہے۔ (صفحہ نمبر ۴۷) جبکہ جامع مسجد مانکی شریف کے برآمدے کے باہر صحن کی طرف درج شدہ شجرہ مبارکہ میں اور دارالعلوم جامعہ قادریہ مردان کے مہتمم جناب علامہ فضل سبحان قادری مدظلہ العالی نے اپنی طرف سے جو شجرہ مبارکہ منظوم شکل میں شائع کیا ہے۔ اس میں شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک درج نہیں ہے۔ بندہ اس بارے میں پریشان تھا کہ ایک دن حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''غنیۃ الطالبین'' کے

مطالعے کے دوران صفحہ نمبر ۲۷ پر حضور غوث پاک کے شجرہ مبارک میں حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ کا نام حضرت شیخ عبدالواحد ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا پایا۔ جس سے عقدہ کھلا کہ یہ دونوں نام دراصل میں والد اور بیٹے کی نسبت سے ایک ہی نام ہے۔ جسے گلستان ناجیہ میں الگ الگ درج کیا گیا ہے۔ جس کی تحقیق اور تصحیح ضروری ہے۔

اس طرح ''گلستان ناجیہ'' نامی کتاب کے مطالعے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرت غوث الزمان سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ ہائے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، قلندریہ، میں اذن خلافت حاصل تھی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جس خلیفہ کو جس سلسلے میں اذن خلافت دی۔ انہوں نے اپنے ہاں وہی شجرہ طریقت رائج کر دیا۔ اب آپ نے کسی خلیفہ کو ایک سے زائد طریقوں میں اذن دی ہو تو پھر شجرہ ہائے طریقت بھی ایک سے زائد ہوگا۔ مثال کے طور پر اپنے ایک خلیفہ حضرت شیخ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف کو سلسلہ قادریہ مبارکہ کے علاوہ سلسلہ قلندریہ مبارکہ میں بھی اذن خلافت دی ہے، جس کا شجرہ مبارک یہ ہے:

۱۔ حضرت شیخ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف

۲۔ حضرت شیخ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدو شریف

۳۔ حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ تورڈھیری شریف

۴۔ حضرت شیخ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بشاونڑی بونیر

۵۔ حضرت شیخ جنید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور

۶۔ حضرت شیخ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس طرح سلسلہ عالیہ قادریہ چار نسبتوں سے محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک حضرت محترم شیخ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ملتا ہے۔

اب سید وبابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت قادریہ درج کیا جاتا ہے۔ جو کہ جامع مسجد بانی شریف اور حضرت مولانا افضل زمان صاحب قادری کے شائع کردہ شجرہ کے مطابق ہے۔

۱۔ الٰہی بحرمت حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ داود طائی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ کبیر الدین شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ منور ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بابا پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد مرمزئی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ الٰہی بحرمت شیخ تسلیم شلمان بابا رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ الٰہی بحرمت شیخ حاجی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ الٰہی بحرمت شیخ عبدالعزیز مدظلہ العالی

شجرہ طریقت جو کہ کتاب گلستان ناجیہ میں سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ تک درج ہے۔ وہ بھی یہی ہے۔ صرف ابوبکر شبلی کے بعد شیخ عبدالعزیز اور آپ کے بعد عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک ہے جو کہ دراصل میں ایک ہی نام ہے۔ یعنی عبدالواحد ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔ اب دوسرا شجرہ مبارکہ جو کہ جامع مسجد قادریہ مجذوب بابا کبل میں فلیکس پر لکھا ہوا ہے۔ درج کیا جاتا ہے۔ جو کہ شہنشاہ بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک ایک جیسا ہے۔ آپ کے بعد شجرۂ مبارکہ اس طرح ہے۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت شیخ سید شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

باقی صفحہ 69 پر

۲۳۔ حضرت شیخ خانم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ حضرت شیخ مدرار اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ حضرت شیخ محمد اسحق لالاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ حضرت شیخ عبدالجلیل مجذوب باباجی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ حضرت شیخ صاحبزادہ معین الدین مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین۔

❁❁❁❁❁

۴۔ حضرت شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت شیخ سید عقیل رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت شیخ سید گدائی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت شیخ خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت شیخ شمس المعارف رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت شیخ سید گدائی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت شیخ خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت شیخ شاہ کمال کیتلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت شیخ احمد کابلی (سرہندی) رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حضرت شیخ حبیب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ حضرت شیخ شاہ باز پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت شیخ مومن لگروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت شیخ محمد صدیق بشاونڑی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت شیخ حافظ محمد عمر عمرزئی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت شیخ محمد شعیب گل ڈھیرئی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت شیخ عبدالغفور اخوند صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ حضرت شیخ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسوٹا شریف

باقی صفحہ 68 پر

شجرہ نسب حضرت حمید اللہ رحمتہ اللہ علیہ اسوٹا شریف متوفی ۱۳۰۳ھ ضلع صوابی

عزیز اللہ

صبغت اللہ (لاولد)

صدیق اللہ — مدرار اللہ — فرید اللہ — مطیع اللہ بابا (لاولد) — ولی اللہ بابا (لاولد)

فرید اللہ ← یعقوب باچا۔ عبدالباقی باچا۔ ابراهیم باچا۔ ایوب ثانی باچا

مدرار اللہ ← خانم اللہ — عنایت اللہ

عنایت اللہ ← لیاقت علی باچا۔ عباد اللہ

خانم اللہ ← محمد اسماعیل باچا، کفایت اللہ باچا، ہدایت اللہ باچا

صدیق اللہ ← شریف اللہ باچا۔ رضوان اللہ باچا۔ باچا خان۔ میاں گل جان۔ حبیب اللہ۔

↓

محمد باچا (مرحوم) گلزار علی باچا

گلزار علی باچا ← ~~گل باچا~~۔ چاند باچا۔ وقار باچا۔ اظہار باچا
لعل باچا

محمد باچا ← منظور علی باچا

شجرہ نسب حضرت سیدو باباجی رحمة الله علیه

عبدالحنان شر میاگل
- امیر بادشاہ (۱۳۲۵ھ)
- سید بادشاہ ۱۳۲۲ھ

حضرت عبدالخالق کشر میاگل (سجادہ نشین سیدو باباؒ) متوفی ۱۸۹۲ء
- عبدالودود المعروف گل شہزادہ بادشاہ صاحب متوفی یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز جمعہ
  - میاگل عبدالحق جہانزیب والی صاحب سوات متوفی ۱۹۸۷ء
    - اورنگزیب ولی عہد ریاست سوات
      - عدنان باچا
      - ڈاکٹر محمود باچا
      - حسن باچا
    - امیر زیب شہزادہ صاحب
      - اسفندیار باچا (مرحوم)
      - شہریار باچا
    - عالم زیب حافظ شہزادہ متوفی
      - اکبر زیب
      - انور زیب
    - احمد زیب شہزادہ صاحب متوفی
      - (۱) عمر زیب
      - (۲) عمر فاروق
  - فضل معبود شہزادہ سلطان روم متوفی ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ بروز منگل
    - شہزادہ امان روم صاحب
- عبدالمنان المعروف شیرین جان متوفی ۱۳۳۶ھ
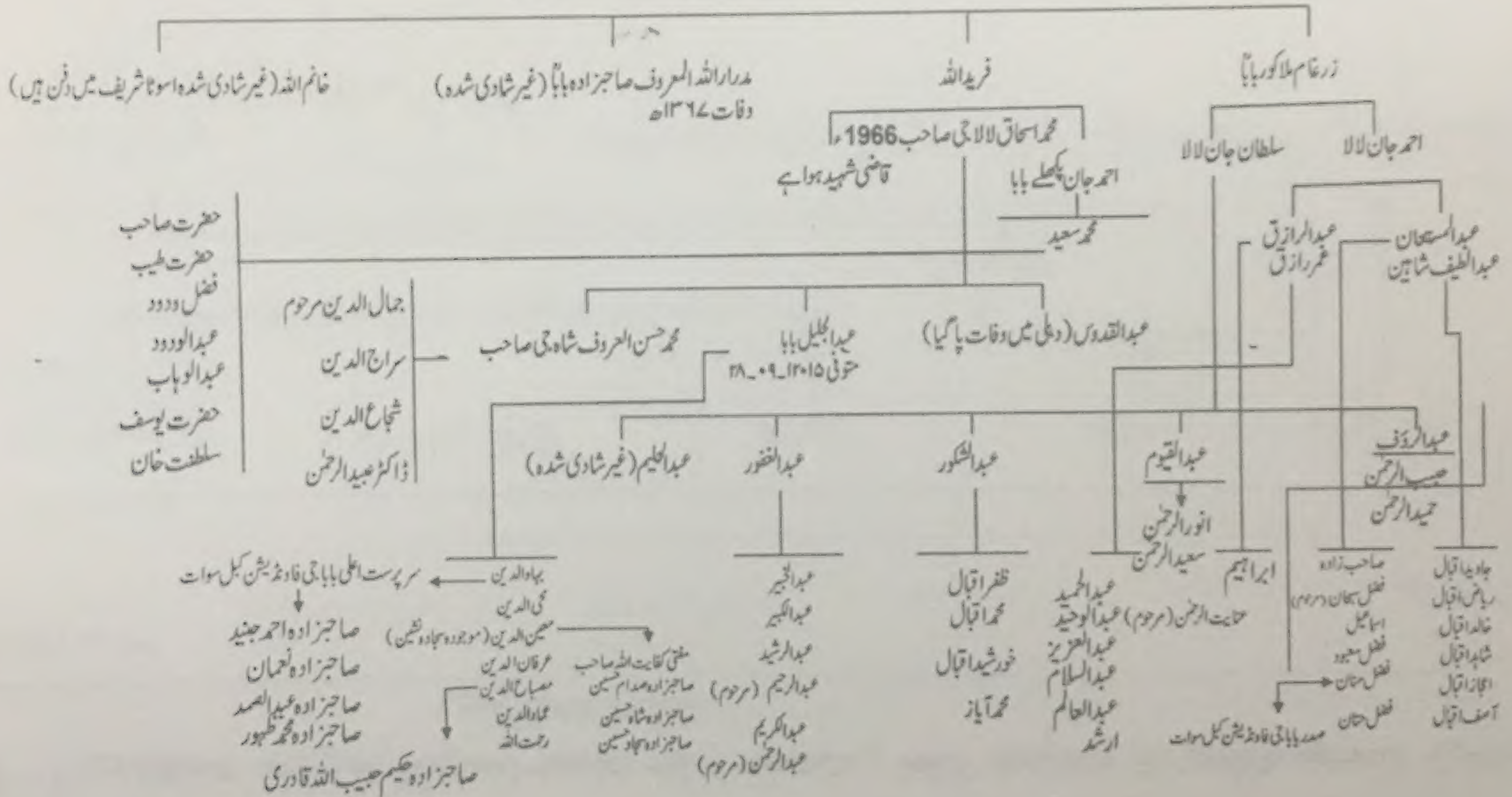
شجرہ نسب صاحبزادگان چندا خورہ کبل سوات

۱۹۴۳ء سے قبل سیدو باباجی رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی لی گئی ایک یادگار تصویر

Saidu Sharif, Swat